www.urducouncil.nic.in

جنوری 2020 ، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

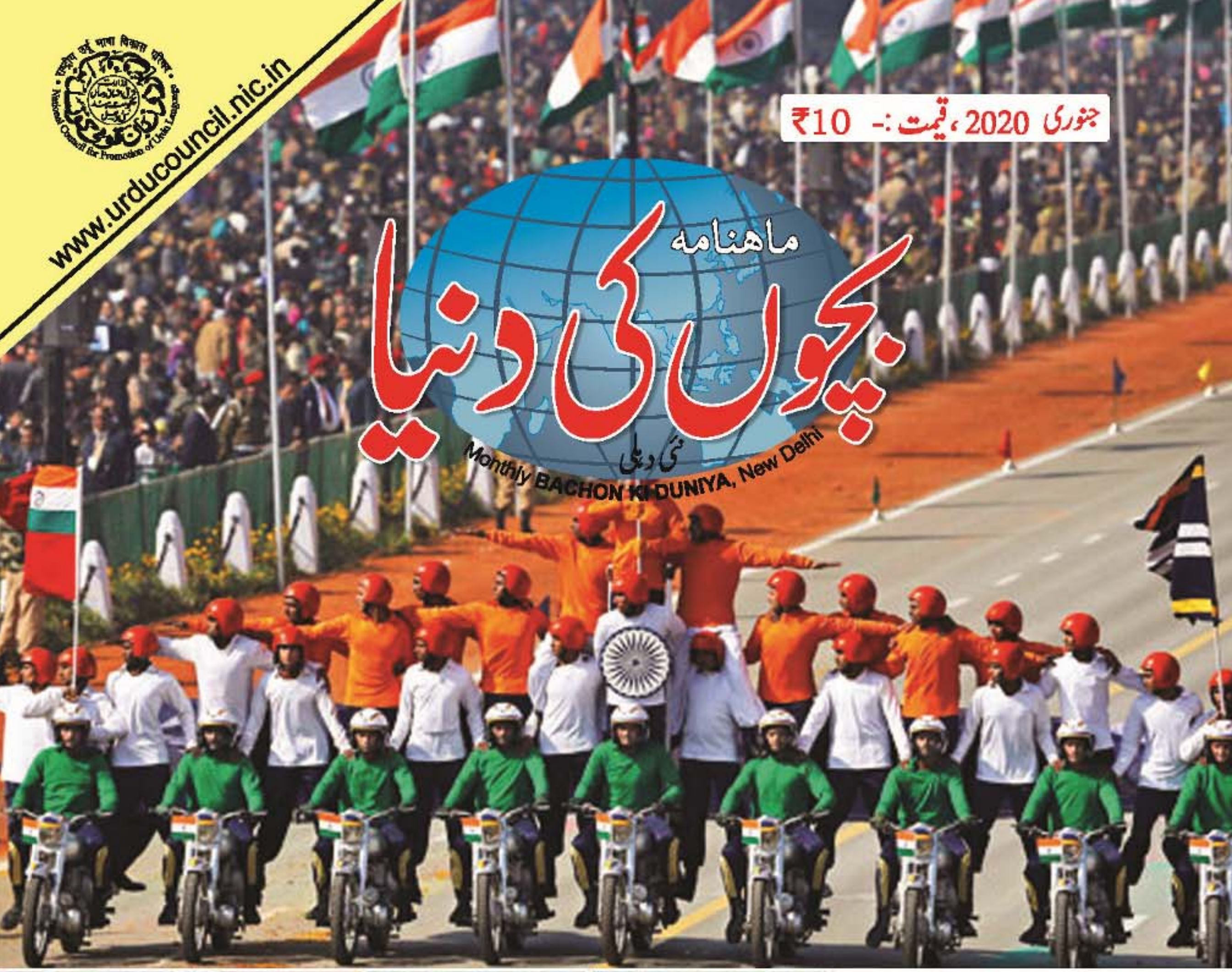

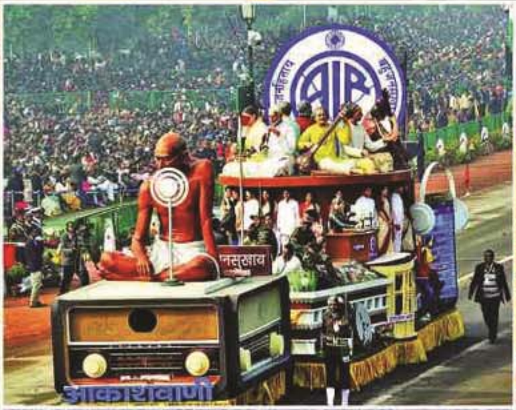

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

اس شمارے میں

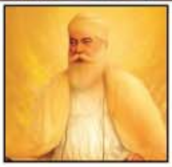

مدیر کا خط	آپس کی باتیں		04
بڑوں کی باتیں	ڈاک خانہ		05
یومِ جمہوریہ	جمہوریت	محمد رفیع انصاری	06
	یومِ جمہوریہ اور ہمارا آئین	کامران غنی صبا	07
مضامین	میگھناد ساہا	احرار حسین	10
	جانوروں کا سونا	عبدالودود انصاری	12
	وہالس ایپ کی کہانی	طلعت نسرین بھارتی	14
	بابا گورونانک کی روحانی تعلیمات	امتیاز احمد الائی	17
سیر کر دنیا کی	مسوری	محمد زاہد	20
نظمیں	آیا ہے نیا سال	کرشن گوتم	23
	سالِ نو شکریہ تو جو آیا	محمد وکیل	24
	قلم	فراق جلال پوری	24
	اے دبستانِ علی گڑھ	علیم صبا نویدی	25
	موسم سرما	فردوس بانو	27
	کِتاب	معراج احمد معراج	28
کہانیاں	طوطا کہانی	رشید احمد صدیقی	29
	جادوئی جوتے	ادریس صدیقی	31
	طاقتور کون	صبیحہ انور	35
	ایمانداری کا انعام	اقبال برکی	38
اردو کا جادو	اردو زبان کا جادو	ادارہ	42
باتصویر کہانی	انسانیت	انیس اعظمی	43
قسط وار ناول	اَدِتّیہ	انیتا سرن	47
کہکشاں	دانائی کی باتیں		53
	تاریخ پارے	مشتاق اعظمی	54
	سنہری باتیں	قاضی عفیفہ ناز توصیف احمد	56
	دل کی کمزوری	عبیداللہ	56
	چمن چمن کے پھول	ریاض اللہ	57
	صلہ رحمی (نیک سلوک کرنا)...	قاضی محمد سعد نوید اقبال	57
ننھے فنکار	عقلمند ڈاکٹر	ندا پروین محمد انیس	59
	علم کی طاقت	نقیدہ ذاکر حسین مکاندار	60
	بچوں کی پینٹنگ		61

بچوں کی دنیا

جلد:8 شمارہ:01 جنوری 2020

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

نائب مدیر: ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ ترقی انسانی وسائل۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11

ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in

ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10روپے، سالانہ/100روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746
ای میل:sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھرگٹی، حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

آپس کی باتیں

پیارے دوستو! آپ سب کو نیا سال مبارک ہو۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ نیا سال آپ سب کی زندگی میں ڈھیروں کامیابیاں لے کر آئے اور آپ سب اپنے ماں باپ، خاندان اور معاشرے کا نام روشن کریں۔

دوستو! نئے سال کی آمد پر ہم خوش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے انداز سے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس امید کے ساتھ کہ نیا سال ہماری زندگی میں خوشیاں لائے گا، ہم نئی نئی کامیابیاں حاصل کریں گے اور آگے بڑھیں گے لیکن کیا ہم سب نے کبھی سوچا ہے کہ گذشتہ سال کے 12 مہینوں کے عرصے میں، ہم نے کیا کیا کام کیے اور کیا ایسے کام تھے جو ہم نہیں کر سکے۔ ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا۔ ہم سب سال کی شروعات میں خود سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس سال ہمیں یہ کرنا ہے لیکن ہم اس کام کو انجام دینے میں کس قدر محنت کرتے ہیں یہ قابل غور ہے۔ اسکولوں میں، کالجوں میں آپ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوتے ہیں اور آپ کے والدین خوش ہو جاتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ امتحان میں کامیاب ہو جانا اور محض تعلیم حاصل کر لینا ہی کامیابی ہے؟ سچائی یہ ہے کہ فقط تعلیم حاصل کرنا ہی حقیقی کامیابی نہیں ہے۔ تعلیم انسان کو بہتر ملازمت تو دلا سکتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اعلیٰ انسان بھی بنائے۔ بہتر انسان بننے کے لیے آپ کو اچھی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ بہت سے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ ڈگری والے انسانی و اخلاقی اعتبار سے کمزور ہیں اور معاشرے میں اپنا وہ کردار ادا نہیں کر پا رہے ہیں جو انھیں کرنا چاہیے۔

تربیت کے بغیر تعلیم ادھوری ہے۔ 'بچوں کی دنیا' کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ اچھے انسان بنیں، آپ کے اخلاق اعلیٰ ہوں اور ہر ایک کے ساتھ آپ کا سلوک مناسب اور عمدہ ہو۔ اچھی تربیت کے لیے آپ کو اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی ہوگی، اچھی کتابیں پڑھنی ہوں گی، لوگوں کے دکھ درد کو سننا ہوگا۔ بڑے لوگوں کی باتیں ماننی ہوں گی تب کہیں جا کر آپ ایک بہتر انسان بن سکتے ہیں۔

سال 2020 ہمارے لیے یوں بھی خاص ہے کہ ہم اس سال ملک کا 70 واں جشن جمہوریہ منا رہے ہیں۔ گذشتہ 70 سالوں کے دوران ہم نے مختلف شعبوں میں حیرت انگیز ترقی حاصل کی ہے۔ اس درمیان ہم نے چاند اور مریخ کی سیر بھی کر لی ہے لیکن بعض شعبوں میں ابھی بھی ہمیں محنت کی ضرورت ہے۔ یقیناً تعلیم کی سطح پر ہمارے ملک میں زبردست تبدیلی آئی ہے۔ بڑی تعداد میں اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہوئی ہیں جن میں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سے بچے آج بھی اسکول نہیں جاتے، بہت سے پانچویں چھٹی کلاس تک پہنچتے پہنچتے اسکول چھوڑ دیتے ہیں اور دسویں بارہویں تک پہنچنے سے پہلے ہی پڑھائی کو الوداع کہہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک کی خاصی بڑی آبادی پسماندہ ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جنھیں اپنے آئین کی بنیادی باتیں تک معلوم نہیں۔ ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی ہوگی کہ ہم مذہب، ذات، زبان، رنگ، نسل سے نہیں بلکہ اپنے آئین سے پہچانے جاتے ہیں۔ ہمارے آئین نے ہم سب کو برابری کا حق دیا ہے۔ چنانچہ ہمیں ہمیشہ اس بات کو اپنے ذہن میں رکھنا ہے۔ یاد رکھیں کہ مٹھی بھر لوگ برے ہو سکتے ہیں لیکن اچھائی کی ایک چھوٹی سی شمع بھی برائی پر جیت حاصل کر سکتی ہے۔

نئے سال کا استقبال نئے حوصلے اور نئے جوش سے کریں اور پورے سال کا ٹارگٹ بنائیں۔ اپنے تجربات ہمیں بھی بتائیں کہ آپ نے کیا سوچا تھا اور اس میں کتنی کامیابی حاصل ہوئی۔ ہم آپ کی باتوں کو 'بچوں کی دنیا' میں شائع کریں گے۔

آپ سب کو یومِ جمہوریہ اور نئے سال کی مبارکباد!

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

اردو کونسل سے بچوں کے ادب سے متعلق میری کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ آپ نے رابنسن کروسو کا ترجمہ 2015 کے چند شماروں میں بھی شائع کیا تھا۔ اسے باتصویر بنا کر اس کی دل چسپی اور اہمیت میں اضافہ کیا۔ آپ کا شکر گزار ہوں۔ ہندو پاک کے بچوں کے رسائل میں میں نے بہت ساری کہانیاں لکھی ہیں جو اب کتابی شکل میں پیش کروں گا۔

رسالہ 'بچوں کی دنیا' کی اشاعت بچوں کے رسائل میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ مصور ہونے سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اتنی کم قیمت پر اردو کا کوئی دوسرا رسالہ شائع نہیں ہورہا ہے۔

ایم الٰہی ندیم (علیگ)، منزل منزل کمپاؤنڈ، سول لائن، علی گڑھ، یوپی

'بچوں کی دنیا' ستمبر 2019 بصد شکریہ وصول ہوا۔ اس شمارے میں 'یومِ اساتذہ' اور 'چندریان 2' کی اہمیت جتائی گئی ہے۔ یومِ اساتذہ اس اعتبار سے کہ اس ماہ میں سرولّی ڈاکٹر رادھا کرشنن پیدا ہوئے تھے۔ انھی کے یوم پیدائش کو ہم بطور یوم اساتذہ مناتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اساتذہ ہی ہونہار طلبہ کو پڑھا لکھا کر بڑے بڑے سائنسداں بناتے ہیں اور انھی کی محنت سے ہم آج چندریان 2 کو چاند کے جنوبی حصے میں بھیجنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اس بارے میں اچھے مضامین شامل ہیں۔ یوم اساتذہ پر بھی اچھے مضامین لکھے گئے ہیں، لیکن 'ایک منٹ کا پرچہ' (ص17) دلچسپ لگا۔ باقی تمام مشمولات بہت ہی پیارے اور دلچسپ ہیں۔ خصوصاً قسط وار کہانی 'بے زبان ساتھی' تو بہت ہی دلچسپ ہے۔ یعنی اس شمارے میں علم و عمل، کھیل کود، ہنسی مذاق سب کچھ سموئے ہوئے ہیں۔ بس پڑھتے رہیے اور جھومتے رہیے۔

مصطفیٰ ندیم خان غوری، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

محبوب ترین رسالہ 'بچوں کی دنیا' کا میں گذشتہ 5-6 سال سے خریدار ہوں۔ آج نئے دور کے شوقین، ٹی وی موبائل میں اتنے مشغول ہوگئے ہیں لیکن جب یہ رسالہ آتا ہے تو سب کی نگاہ اس طرف مڑ جاتی ہے کیونکہ اس کے سرورق اتنے جاذب نظر ہیں کہ دیکھے اور پڑھے بغیر نہیں رہا جاتا۔ آپس کی باتیں ہر موسم اور ماہ کے مطابق، نظمیں، کہانیاں، بڑوں کے واقعات سے بھرپور معلومات کا ذخیرہ بڑوں کے لیے اور سب کے لیے فائدہ مند ہے۔ میں اس کا سالانہ خریدار ہوگیا ہوں۔ میرے خریدار بننے کے بعد ماہ اکتوبر کا پہلا شمارہ بہت ہی خیر و خوبی کے ساتھ میرے گھر آیا۔ بہت خوشی ہوئی۔

محمد ایاز محمد فاروق، برکھیڑی، پاچورہ، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

محمد رفیع انصاری

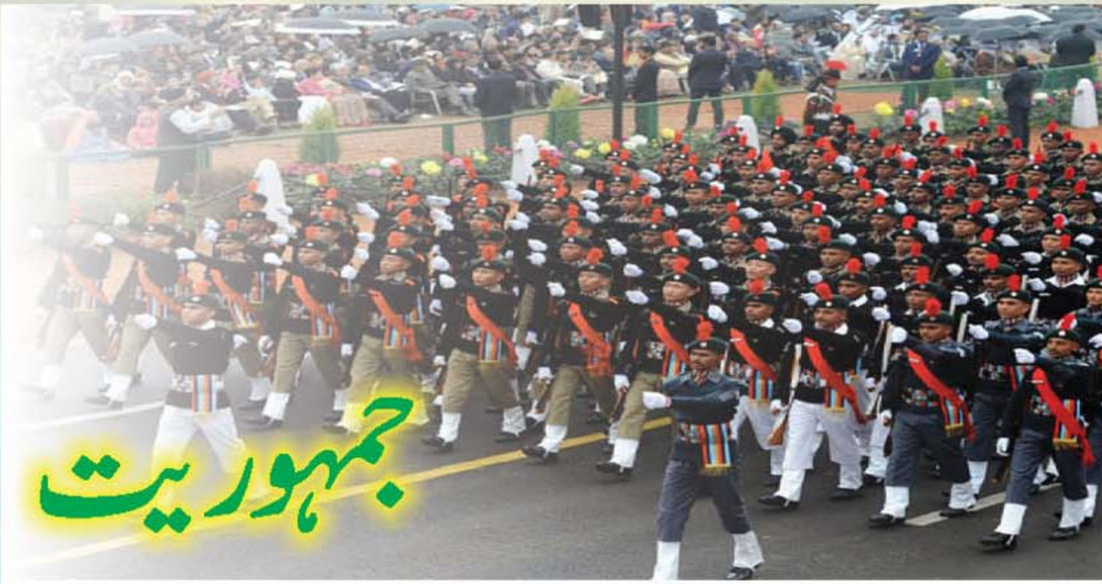

جمہوریت

جمہوریت کا سارے جگ میں ہے بول بالا
ہے اس کے فیض سے ہی چاروں طرف اُجالا

یہ ہر ستم رسیدہ انساں کی آرزو ہے
گھر گھر ہے اس کا چرچا ہر سمت گفتگو ہے

مجبور آدمی کی مشکل کرے ہے آساں
ہیں اس کے آدمیت پر بے شمار احساں

اونچا کرے ہے ہر دم انسانیت کا پرچم
اس کا اصول الفت، مقصد ہے ربط باہم

جمہوریت کا اپنی شہرہ جو ہورہا ہے
باپو کے ساتھیوں کی یہ قیمتی عطا ہے

یہ ماننا تھا ان کا آپس میں سب ہیں بھائی
کیسا ہے بھید بھاؤ !، کس بات کی لڑائی!

جمہوریت، ہمارے پُرکھوں کی ہے امانت
کرنی ہے جان ودل سے اس کی ہمیں حفاظت

دیکھے گا شوق سے پھر ہم کو نیا زمانہ
گونجے گا ملک بھر میں بس اِک یہی ترانہ

جتنا ہے میرا بھارت، اُتنا ہے یہ تمھارا
'ہم بُلبلیں ہیں اِس کی؟ یہ گلستاں ہمارا'

■

Mohd Rafi Ansari
Al-Madni, 734, Bhoosar Mohalla
Bhiwandi - 421308
Distt: Thane (Maharashtra)

کامران غنی صبا

یومِ جمہوریہ اور ہمارا آئین

بچو! 26 جنوری 2020 کو ہم لوگ 70 واں یومِ جمہوریہ منائیں گے۔ 26 جنوری کا دن پورے ہندوستان میں قومی تیوہار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ تاریخی دن ہمارے لیے کتنی اہمیت کا حامل ہے؟ تو چلیے آج ہم لوگ یومِ جمہوریہ کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آپ کو تو پتہ ہی ہے 15 اگست 1947 کو ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا۔ ملک کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرانے میں ہندوستانیوں کو تقریباً تین سو سال جدوجہد کرنی پڑی۔ آزادی کی جدوجہد میں بے شمار مجاہدین آزادی نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ 15 اگست 1947 کو ملک آزاد ہوا تو سوال یہ پیدا ہوا کہ ہمارے ملک کا آئین (قانون یا دستور) کیسا ہوگا؟

بچو! ہمارے ملک میں ہمیشہ سے مختلف مذاہب اور رنگ و نسل کے لوگ آپسی میل محبت کے ساتھ رہتے آئے ہیں۔ انگریز جب اس ملک سے جانے لگے تو انھوں نے بہت ہی منظم اور منصوبہ بند طریقے سے یہاں کے رہنے والے شہریوں کے درمیان بھید بھاؤ اور نفرت کے بیج بونے کی کوشش کی۔ ملک کی تقسیم بھی دراصل اسی سازش کا ایک حصہ تھی۔ ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی جب کامیاب نہیں ہو سکی تو انگریزوں نے ملک سے جاتے جاتے یہاں کے باشندوں کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنی چاہی لیکن یہاں کے

سمجھدار شہریوں نے انگریزوں کی اس سازش کو بھی کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ملک آزاد ہوا تو اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ ملک کا آئین یعنی قانون جمہوری ہوگا۔ آئین کی نظر میں ملک کے تمام شہری برابر ہوں گے۔ کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جائے گی۔ ہمارے ملک میں چونکہ مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، پھر ان کی زبانیں اور تہذیب و ثقافت بھی ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے، لہٰذا ملک کی آئین سازی کا مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ تھا۔ اس مسئلہ کے حل کے لیے ایک ''دستور ساز اسمبلی'' بنائی گئی تھی، اس اسمبلی میں کل 299 اراکین شامل تھے۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر آئین ہند کی مجلس مسودہ سازی کے صدر نامزد کیے گئے جنھیں آئین ہند کے معمارِ اعظم کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔ دستور ساز اسمبلی نے 26 نومبر 1949 کو 'آئین ہند' کو حتمی صورت دی تاہم اس کا نفاذ 26 جنوری 1950 کو ہوا۔ ہندوستان کے آئین کو تیار ہونے میں 2 سال 11 مہینے اور 18 دن لگے۔ آئین ہند کے مطابق ہندوستان کو ایک آزاد، سماجی، سیکولر اور جمہوری ملک قرار دیا گیا۔

بچو! 26 جنوری 1950 کو آزاد ہندوستان کے نئے قانون کو لاگو کیا گیا۔ تب سے ہم یہ دن جشن یوم جمہوریہ کے طور پر مناتے چلے آرہے ہیں۔ 15 اگست کی طرح 26 جنوری کا دن بھی ہمارے ملک کا قومی اور یادگار دن بن گیا۔ آپ کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوسکتی ہے کہ آخر 26 جنوری کے دن کو جشن کے طور پر کیوں منایا جاتا ہے؟ آیئے ہم تاریخ کے اوراق کو پلٹتے ہیں تو ہمیں اس دن کی اہمیت کا اندازہ زیادہ بہتر انداز میں ہو پائے گا۔

1601 میں انگریزوں کا پہلا قافلہ ہندوستان آیا تھا۔ یہ جہانگیر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ ہندوستان میں انگریز تجارت کی غرض سے آئے تھے لیکن رفتہ رفتہ انھوں نے اپنے پیر جمانے شروع کیے اور تجارت کو آڑ بنا کر بڑے پیمانے پر برطانوی فوجیوں کو ہندوستان میں داخل کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً دو سو سال کے عرصے میں انگریز اس قدر مضبوط ہو گئے کہ 1803 میں انھوں نے باشاہ شاہ عالم ثانی سے ایک معاہدہ تک لکھوالیا جس کے الفاظ تھے ''خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا۔'' یہ معاہدہ اس بات کا خفیہ اعلان تھا کہ اب ملک میں انگریزوں کے احکامات چلیں گے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جو تجارت کی غرض سے ہندوستان آئی تھی، اس نے ہندوستان کے تمام صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ ہندوستانیوں کو جب اس بات کا احساس ہوا کہ ہم پوری طرح محکوم ہو چکے ہیں تو ان کے اندر بغاوت کی چنگاری سر اٹھانے لگی۔ جس کے نتیجہ میں 1857 میں پہلی بار ہندوستانیوں نے انگریزوں سے مسلح جنگ کا آغاز کیا، جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا۔ یہ مسلح جنگ بنگال کے دم دم اور بارک پور جیسے مقامات سے شروع ہوئی جہاں ہندوستانی سپاہیوں نے ان کارتوسوں کو استعمال کرنے سے انکار کیا جن میں سور اور گائے کی چربی لگے ہونے کا امکان تھا۔ انگریز حکومت نے انکار کرنے والے سپاہیوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ یہ واقعہ بنگال کے علاوہ ملک میں کئی اور جگہ بھی پیش آیا۔ برطرف سپاہیوں کی تعداد اچھی خاصی تھی۔ انھوں نے ہندوستانی افواج کو انگریزوں کے خلاف ابھارنے کی کوشش شروع کر دی۔

1885 میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آچکا

تھا۔ سیکولر نظریے والی یہ ایک ایسی پارٹی تھی جس کا مقصد تیزی سے فروغ پا رہے قومی جذبات کو ایک پلیٹ فارم عطا کرنا تھا۔ بابائے قوم مہاتما گاندھی نے کئی برسوں تک انگریزوں کے خلاف عدم تشدد تحریک کی قیادت کی۔ اگست 1942 کو ''ہندوستان چھوڑو'' تحریک کا آغاز ہوا جسے انگریز حکومت نے غیر قانونی قرار دیا اور اس تحریک میں شامل ہونے کی وجہ سے گاندھی جی، پنڈت جواہر لعل نہرو اور دوسرے کئی بڑے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا جس کے نتیجہ میں ملک بھر میں بڑے پیمانے پر انگریز مخالف پرتشدد مظاہرے شروع ہو گئے۔ ''ہندوستان چھوڑو تحریک'' اور اس کے نتیجے میں ہونے والی گرفتاریوں نے ہندوستانیوں میں انگریزوں کے خلاف جوش و ولولے میں مزید اضافہ کر دیا۔ ہندوستانیوں کا جوش و خروش اور ملک کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کا جذبہ اس قدر بڑھ گیا کہ انگریزوں کو محسوس ہونے لگا کہ اب ان کی حکومت زیادہ روز نہیں چل سکتی۔ آخر کار 15 اگست 1947 کو ملک کو انگریزوں کے تسلط سے نجات ملی اور تقریباً تین سو سال کے بعد ملک کے باشندوں نے ایک بار پھر آزاد فضا میں سانس لی۔

انگریزوں سے پہلے ملک میں برسوں سے مغل بادشاہوں کی حکمرانی تھی۔ قوانین بھی ان ہی کے نافذ تھے۔ ملک جب انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا تو ایک ایسے دستور کی ضرورت محسوس کی گئی جو یکساں طور پر تمام شہریوں کے لیے قابل قبول ہو۔ ملک کا نظامِ حکومت جمہوری ہو اور یہاں کے شہریوں کو اپنا حکمراں خود منتخب کرنے کی آزادی دی جائے۔ مذہب، ذات برادری اور رنگ و نسل کے نام پر شہریوں کے درمیان کسی قسم کی کوئی تفریق نہ ہو۔ سب کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھ کر ہندوستان کا نیا آئین مرتب کیا گیا اور 26 جنوری 1950 کو اس نئے جمہوری آئین کے نفاذ کا اعلان کیا گیا۔

اس دن کی یاد میں ہی 26 جنوری کو پورا ملک یوم جمہوریہ مناتا ہے۔ اسکول، کالج، مدارس اور سبھی تعلیمی اداروں میں تہذیبی و ثقافتی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔ مجاہدین آزادی کی قربانیوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے آئین کی خصوصیات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ہمارے آئین نے ہمیں کون کون سے حقوق دیئے ہیں، اس پر گفتگو کی جاتی ہے۔

یوم جمہوریہ کو ہمارے ملک کے صدر کی جانب سے مختلف شعبہ جات میں نمایاں خدمات انجام دینے والی شخصیتوں کو اعزاز سے نوازا جاتا ہے۔ ان میں بھارت رتن سب سے بڑا شہری اعزاز ہے جو قومی خدمت کے لیے دیا جاتا ہے۔ پدم وبھوشن، پدم بھوشن اور پدم شری اعزازات بھی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اہم خدمات انجام دینے والی شخصیات کو دیے جاتے ہیں۔ بچو! اگر آپ بھی پڑھ لکھ کر اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے خدمات انجام دیں گے تو آپ بھی ان اعزازات کے حقدار بن سکتے ہیں۔ آیئے ہم سب یہ عہد کریں کہ ہم اپنے ملک کی جمہوریت اور یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت کریں گے اور ہمارے آئین نے ہمیں جو حقوق دیے ہیں ہم ان کی ہر طرح سے پاسداری کریں گے۔

■

Kamran Ghani
Honorary Editor Urdu Net Japan
Alamganj Main Road, Saqqa Toli
Post: Gulzarbagh
Patna 800007(Bihar)

احرار حسین

میگھناد ساہا

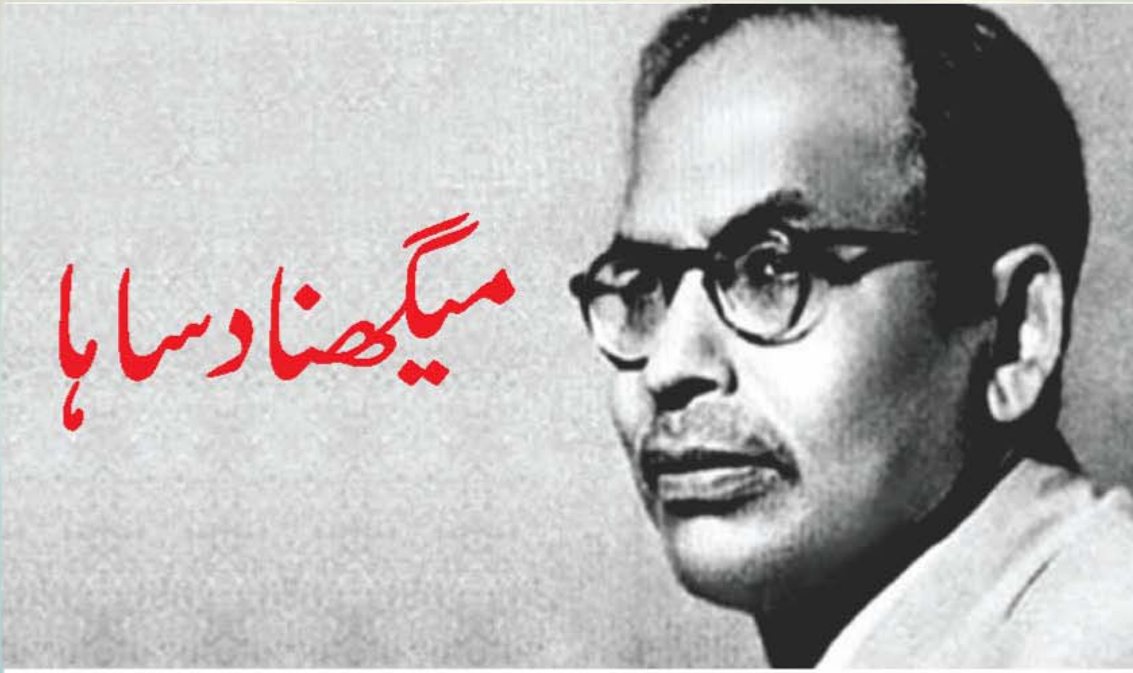

میگھناد ساہا 6/اکتوبر 1893 کو بنگال میں ڈھاکہ کے پاس ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ گھر کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں تھی۔ والد صاحب کی پرچون کی دوکان تھی۔ اس چھوٹی سی دوکان کی آمدنی سے گھر کا خرچ بمشکل تمام چل پاتا تھا۔ دوکان کے کاروبار میں میگھناد بھی مدد کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک چھوٹے سے اسکول میں پائی۔ آپ کے سبھی استاد میگھناد کی صلاحیتوں سے باخبر تھے۔ انھوں نے میگھناد کے والد سے مڈل اسکول میں داخلہ دلانے کی سفارش کی۔ والد صاحب گھر کے اخراجات بڑی مشکل سے پورے کر پاتے تھے لیکن میگھناد کی خواہش اور ان کے اساتذہ کے زور دینے پر میگھناد کو قریب کے گاؤں کے مڈل اسکول میں داخلہ دلایا گیا۔ میگھناد نے بہت محنت کی اور امتحان میں پورے ضلع میں اوّل آئے۔ آپ کو وظیفہ بھی مل گیا اور اس طرح تعلیم کو جاری رکھنے کے لیے مالی سہارا بھی ہو گیا۔

میگھناد کی دلچسپیاں بڑھتی گئیں اور انھوں نے علم سائنس میں خاص دلچسپی لینا شروع کی۔ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور سنہ 1911 میں انٹر پاس کیا۔ 1913 میں بی ایس سی کا امتحان پریسی ڈینسی کالج کلکتہ سے اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ 1915 میں کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کا امتحان پاس کیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ میگھناد کی صلاحیتوں کا چرچا ان کے ہم جماعت ساتھیوں اور اساتذہ میں بہت عام تھا۔ سر آشوتوش مکھرجی کو ایک قابل استاد کی ضرورت تھی۔ ان کی نگاہ میگھناد پر پڑی اور اس طرح میگھناد نے لیکچرر کی حیثیت سے کلکتہ یونیورسٹی میں تدریس کا کام شروع کیا۔

میگھناد نے سائنسی تجربات اور تحقیقات کا سلسلہ جاری رکھا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے لندن گئے اور وہاں پر معیاری تحقیق سرانجام دی۔ لندن یونیورسٹی سے آپ نے ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے کئی سائنسی

مقالے لکھے جو معیاری جریدوں میں شائع ہوئے۔ ساہا کو اپنے عزیز وطن سے بے حد پیار تھا۔ آپ ہندوستان تشریف لے آئے اور 1921 میں کلکتہ یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے کام میں مصروف ہوگئے۔ کلکتہ یونیورسٹی کی تجربہ گاہ میں وہ تمام ضروری سامان مہیا نہیں تھا۔ جو ساہا کی سائنسی تحقیق کے لیے درکار تھا۔ اس لیے آپ نے کلکتہ چھوڑ دیا اور 1923 میں الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ طبیعیات میں پروفیسر کی حیثیت سے منسلک ہوگئے۔ اس شعبہ نے ساہا کی زیرِ نگرانی بہت ترقی کی اور اس شعبے کو دنیا بھر میں عزت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ ساہا کی سائنسی خدمات کو بیرونی ممالک کے سائنسداں بھی تسلیم کرتے تھے۔ 1927 میں لندن کی رائل سوسائٹی نے رکنیت سے نوازا۔ 1930 میں بنگال کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے بھی ساہا کو فیلو چنا۔ آپ امریکن اکادمی آف آرٹس اینڈ سائنس کے فیلو بھی رہے۔ 1936 میں ایسٹرونامیکل سوسائٹی آف امریکہ اینڈ فرانس کے فیلو رہنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

1938 میں آپ ایک مرتبہ پھر کلکتہ تشریف لے آئے۔ 1955-56 تک ایمریٹس پروفیسر رہے اور 1955-56 تک انڈین ایسوسی ایشن فار دی کلٹی ویشن آف سائنس کے ڈائرکٹر بھی رہے۔ آپ سیاست میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ 1952 میں آپ آزاد امیدوار کی حیثیت سے لوک سبھا کے چناؤ میں کھڑے ہوئے اور شاندار کامیابی حاصل کی۔ 1955 میں آپ نے اعلیٰ پیانے کی سائنسی تحقیق کا مرکز انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیر فزکس کا کلکتہ میں سنگِ بنیاد رکھا۔ آپ اس مرکز میں پہلے ڈائرکٹر بھی رہے۔ آپ 1934 میں انڈین سائنس کانگریس کے پریسیڈنٹ، 1937 میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس کے پریسیڈنٹ، 1949 میں یونیورسٹی کے رکن اور بھارت سرکار کی کلینڈر ریفارم کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔

ڈاکٹر ساہا اعلیٰ پیانے کی تحقیق اور ہندوستان میں سائنس کے فروغ کے لیے جانے جاتے ہیں۔ سائنس کے موضوع پر تقریباً چار کتابیں بھی شائع کیں جو آج بھی علم طبیعیات میں معیاری کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ 16 فروری 1956 کو آپ کی اچانک موت واقع ہوگئی۔ اس طرح ہندوستان نے ایک اچھا سائنسداں، قابل استاد اور اعلیٰ پیانے کی تحقیق کرنے والا سائنسداں کھودیا۔ سائنس کے فروغ کے لیے آپ کی کوششوں کو کافی عرصہ تک یاد کیا جاتا رہے گا۔

■

ماخذ: عظیم سائنس داں، مرتب: احرار حسین، تیسری طباعت: 2010، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

عبدالودود انصاری

جانوروں کا سونا

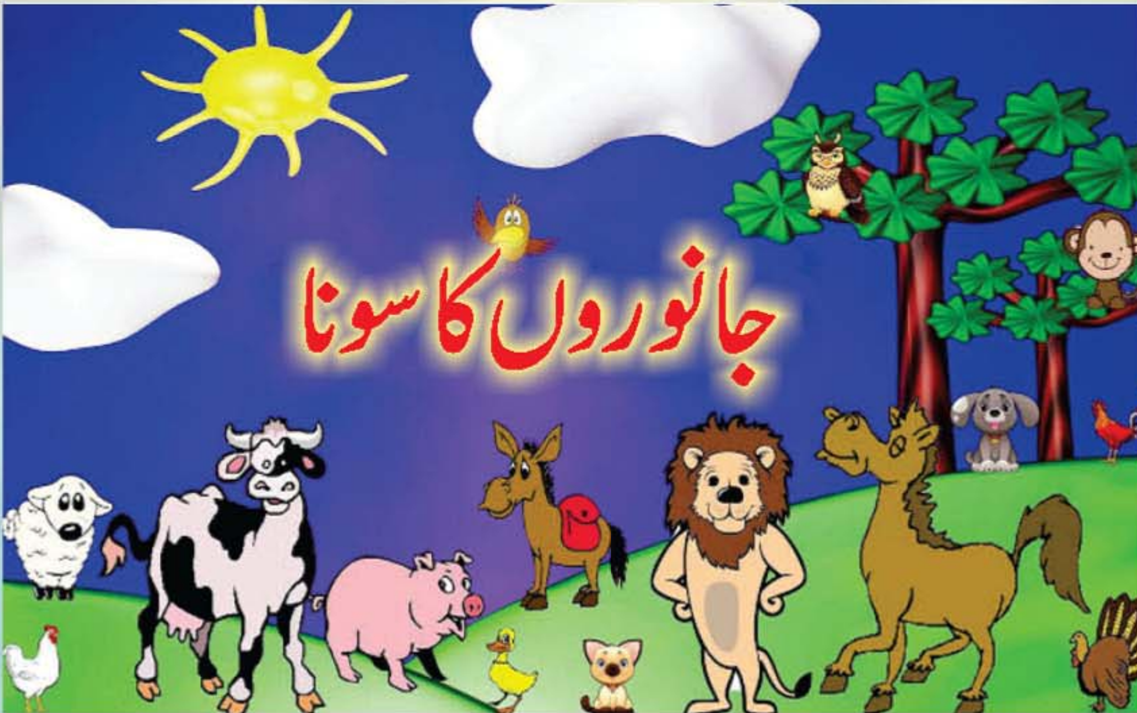

اللہ نے جانداروں کو بیش بہا نعمتوں میں سونا (Sleep) بھی عطا کیا ہے جس کی قدر و قیمت وہی جانتے ہیں جنھیں رات میں نیند نہیں آتی ہے۔ انسان کے لیے نیند تو اتنی ضروری ہے اگر دو تین راتیں سو نہ سکیں تو اس کی کیفیت پاگل سی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کو ہی معلوم ہے کہ کس مخلوق کو کتنی دیر سونا ضروری ہے اسی لیے اوپر والے نے مختلف جانداروں میں دن رات سونے کی مدت الگ الگ طے کر رکھا ہے۔ انسان کے بارے میں ہر ایک کو معلوم ہے کہ بالغ انسان کے لیے سات سے ساڑھے سات گھنٹے سونا ضروری ہے جبکہ پیدائشی بچہ سولہ گھنٹے سوتا ہے لیکن آپ جب جانوروں کے سونے کے بارے میں جانکاری حاصل کریں گے تو تعجب ہوگا کہ ان میں کوئی تو سارا سال سوتا ہے تو کوئی کبھی سوتا ہی نہیں اور کوئی گھنٹے دو گھنٹے سو کر گزارتا ہے۔ آیئے چند جانوروں کے سونے کے بارے میں کچھ دلچسپ معلومات حاصل کریں:

- گھونگھا تین سال تک سوتا رہتا ہے۔
- اژدہا ایک دن میں 18 گھنٹے سوتا ہے۔
- لنگور ایک دن میں 16 گھنٹے سوتا ہے۔
- بلی ایک دن میں 13 گھنٹے سوتی ہے۔
- خرگوش ایک دن میں 8 گھنٹے سوتا ہے۔
- بھیڑ اور ہرن رات میں صرف 3 سے 4 گھنٹے سوتے ہیں۔
- گھوڑا ایک دن میں تقریباً 2 گھنٹے سوتا ہے۔
- ڈالفن اور Fruit Bat ایک آنکھ بند کر کے اور دوسری کھول کر سوتی ہیں اور ایسی نیند کو Unihemispheric Sleep کہتے ہیں۔
- گھوڑا، زیبرا اور ہاتھی کھڑے کھڑے سوتے ہیں۔

- ژراف روئے زمین پر سب سے کم سونے والا جانور ہے جو ایک دن میں 1.9 گھنٹے ہی سوتا ہے۔
- ژراف بغیر سوئے کئی ہفتوں تک رہ سکتا ہے۔
- ڈالفن اور وہیل مچھلیاں صرف آدھے دماغ سے سوتی ہیں جبکہ باقی آدھا دماغ سونے میں بھی کام کرتا ہے۔
- ڈالفن کے بچے پیدا ہونے کے بعد 30 دنوں تک نہیں سوتے ہیں۔
- شارک مچھلیاں گہری نیند (Deep Sleep) سوتی ہی نہیں ہیں کیونکہ انھیں سانس لینے کے لیے گلپھڑوں کے اوپر سے بہتے پانی کا گزرنا ضروری ہے۔
- چمگادڑ روزانہ 20 گھنٹے سوتی ہے۔ عام طور پر یہ الٹے لٹک کر سوتی ہے جو اس کے لیے زیادہ آسان اور آرام ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے پر بہت کمزور ہوتے ہیں۔
- چوہے 6 ماہ تک سو سکتے ہیں۔ اس کیفیت کو عارضی موت (Hibernation) کہا جاتا ہے۔
- چمپنزی اور گوریلے کی سونے کی عادت انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔ انھیں بھی سونے کے لیے بستر، محفوظ اور کیڑوں سے پاک جگہ کی ضرورت پڑتی ہے۔
- اکثر پرندے شاخوں پر بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں۔ یہ آسانی کے ساتھ اپنے پنجوں سے شاخ کو جکڑ لیتے ہیں اور اسی پر بیٹھی حالت میں سوتے رہتے ہیں۔

■

Abdul Wadood Ansari
Shadaab Manzil
House No: 43/2, BL No:6
Po: Kankinara - 743126 (West Bengal)
Mob.: 09433354562

طلعت نسرین بھارتی

مضمون

وہاٹس ایپ کی کہانی

پیارے بچو! آج ہم آپ کے لیے وہاٹس ایپ کی دلچسپ معلومات لے کر آئے ہیں۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ اس سچی کہانی سے آپ ضرور سبق سیکھیں گے۔ گزرے ہوئے زمانے پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں تو فیس بک نے انٹرنیٹ کے ذریعے 2004 دنیا کے تمام انسانوں کو ایک مخصوص مقام پر لا کھڑا کیا اور محض تین برس میں یعنی 2007 تک فیس بک دنیا کی ایک ایسی بڑی کمپنی بن گئی ہے، جہاں دولت مند لوگوں کو باہر بآسانی جگہ مل گئی۔ ابتدائی دور میں غریب لوگ فیس بک سے استفادہ نہیں کر سکے۔ فیس بک پر فتح حاصل کرنے کے لیے یوکرین کے ایک یہودی غریب خاندان کے بے حد ذہین بچے نے یہ بیڑا اٹھایا۔ جین کوم نے غربت میں پرورش پائی۔ یہاں تک کہ زندگی گزارنے کے لیے بنیادی وسائل موجود نہیں تھے۔ گھر میں بجلی اور گیس بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ جین کوم سردیوں میں اپنے والدین کے ساتھ بھیڑوں کے اصطبل میں سونے پر مجبور تھا۔ 1992 میں جب یہودیوں پر حملے ہوئے تو جین کوم کی والدہ نے حالات کی نزاکت کے مدنظر بیٹے کے ساتھ امریکہ میں پناہ میں عافیت سمجھی، لیکن اس کے والد نے حب الوطنی کے جذبہ کے تحت ملک بدر ہونے سے انکار کر دیا لیکن ماں بیٹے نے بے سروسامان بھوکے پیاسے رہ کر کیلیفورنیا میں پناہ لی۔ امریکہ کے ایک قانون کے تحت حکومت غریب لوگوں کو مفت غذا فراہم کرتی ہے، جس کے تحت کسی بھی ملک کے شہری پناہ گزینوں کو کھانے کے پیکٹ دیے جاتے ہیں۔ ایک طرف جہاں جین کوم غریبی کی وجہ خیرات لینے پر مجبور ہو گیا وہیں دوسری طرف تعلیم حاصل کرنے کا جنون بھی تھا لیکن اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ اپنے والد سے بات کرنے کے لیے تڑپتا رہتا، کیونکہ غربت کی وجہ سے جین کوم کو اپنے والد سے بات کرنا بھی ناممکن تھا۔ والد سے دوری کا احساس جین کوم کے لیے پریشان کن تھا۔ چنانچہ طالب علمی کے زمانے میں جین کوم نے خالی وقت میں کام کرنا مناسب سمجھا۔ ایک جنرل اسٹور میں اسکول کے بعد وہ نوکری کرنے

لگا۔ برسوں تک وہ جھاڑو پوچھا کرتا رہا، لیکن والد سے بات کرنا ممکن نہیں ہوسکا۔

صرف اٹھارہ برس کی عمر میں وہ کمپیوٹر پروگرامنگ میں دلچسپی لینے لگا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اس کے ذہن میں سوالات اٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس نے سینٹ جانس یونیورسٹی کا رخ کیا اور یاہو میں داخل ہوگیا۔ اس کمپنی میں تجربے کے بعد جین کوم نے فیس بک میں نوکری کے لیے درخواست دی، لیکن یہاں اسے ناکامی کا سامنا ہوا۔ فیس بک کے ذمے داروں نے اسے نوکری دینے سے صاف انکار کردیا، لہٰذا وہ مزید دو برس تک یاہو کمپنی میں کام کرتا رہا۔ ماہانہ آمدنی سے بچت کرتے ہوئے اس نے کچھ پیسہ جمع کرنے کے بعد ایک آئی فون خرید لیا۔ آئی فون خریدتے ہوئے جین کوم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ آئی فون آگے چل کر اس کی زندگی خوبصورت بنا دے گا۔ آئی فون نے اس کی تقدیر ہی بدل ڈالی۔ فون کا استعمال کرتے کرتے جین کوم کے ذہن میں سوالات کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ وہ رات کی تنہائی میں سوچتا، کیوں نا ایک ایسی اپلی کیشن تیار کیا جائے جو فیس بک کو مات دے دے؟ جس کے ذریعے نہ صرف پوری دنیا میں ایک دوسرے سے بات چیت کی جاسکے بلکہ چھوٹے چھوٹے پیغامات یعنی ایس ایم ایس کے علاوہ تصاویر، ویڈیو فلم اور آڈیو ریکارڈنگ بھی فون کے ذریعے اپنے لوگوں تک پہنچا سکے۔ پھر اس ایپ کے ذریعے وہ اپنے والد سے بات بھی کرسکتا ہے۔ والد کی والہانہ محبت نے اس کے دل میں ولولہ پیدا کردیا۔ اپنے اس آئیڈیا کے بارے میں جین کوم نے اپنے دوست سے صلاح ومشورہ کیا اور دونوں دوست اپنی کاوشوں کے ساتھ حیرت میں ڈال دینے والی کارکردگی سے کامیاب ہوگئے۔ یہ ایپ فروری 2009 میں منظر عام پر آئی اور تمام دنیا میں تہلکہ مچا یا دیا اور اس کا نام وہاٹس ایپ رکھا گیا۔ آج کل یہ ایک ایسا آسان اور سستہ ذریعہ ہے، جہاں امیر غریب ہر طبقہ کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ایک غریب بچے کی محنت رنگ لائی اور چند مہینوں میں وہ ارب پتی لوگوں میں شامل ہوگیا۔ دنیا بھر کی مالدار کمپنیوں نے وہاٹس ایپ کو خریدنے کی کوشش شروع کردی لیکن جین کوم نے انکار کردیا۔ فروری 2014 میں جب فیس بک کمپنی نے وہاٹس ایپ خریدنے کی پیشکش کی تو جین

کوم کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ اس نے بلند قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کہ ''فیس بک نے مجھے 2007 میں بیکار سمجھا اور مجھے نوکری دینے سے انکار کیا تھا۔'' اسے خود پر فخر محسوس ہوا اور ہنستے ہنستے اس نے فیس بک سے 19 ارب ڈالر میں سودا طے کرتے ہوئے ایک شرط رکھی کہ فوڈ سٹیمپس دینے والے خیراتی ادارے کے ویٹنگ روم میں بیٹھ کر معاہدے پر دستخط کرے گا۔ فیس بک کے ذمے داروں کے لیے جین کوم کا حکم بجالانا دشوار گزار مرحلہ تھا، کیونکہ فیس بک کے تمام معاہدے اس کے دفتر میں کیے جاتے ہیں لیکن جین کوم نے وہاں جانے سے انکار کردیا۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر فیس بک کا عملہ خیراتی سینٹر پہنچ کر محو حیرت تھا، کیونکہ جین کوم خیراتی سینٹر کے آخری کونے کی آخری کرسی پر بیٹھا زاروقطار رورہا تھا۔ جین کوم کی آنکھوں کے سامنے غربت کا زمانہ گھوم رہا تھا۔ وہ بھوکا پیاسا ماضی جس نے اسے ایک خوبصورت مستقبل دیا۔ جس خیراتی سینٹر سے وہ ندامت کے ساتھ دووقت کی روٹی کھاتا تھا، اسی جگہ وہ 19 ارب ڈالر کا سودا کرنے جارہا تھا۔ اس کی محنت ولگن نے جین کوم کو کامیابی کی منزل تک پہنچادیا۔ 19 ارب ڈالر کے معاہدہ پر اس نے خیراتی سینٹر میں بیٹھے غربت کے مارے لوگوں کے سامنے دستخط کیے اور کاؤنٹر پر کھانا تقسیم کرنے والی خاتون کے سامنے 19 ارب ڈالر کا چیک لہراتے ہوئے بولا میڈم آئی گوٹ اے جاب۔ مجھے نوکری مل گئی۔

آخر میں ہم آپ کو وہاٹس ایپ کے بابت کچھ دیگر دلچسپ معلومات بتاتے چلیں۔ وہاٹس ایپ کے سب سے زیادہ استعمال کرنے والے ہندوستان میں ہیں۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ اس کمپنی نے آج تک اشتہارات پر سرمایہ خرچ نہیں کیا۔ حالانکہ دور حاضر میں چھوٹی بڑی کسی بھی قسم کی کمپنی کے لیے کروڑوں روپیہ اشتہار بازی پر خرچ کردیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا ایپ ہے، جہاں کسی بھی کمپنی کے اشتہار کو جگہ نہیں دی گئی۔ اس کمپنی میں کام کرنے والے 55 انجینئر ہیں اور ایک انجینئر 18 ملین لوگوں کی ذمے داری سنبھالے ہوئے ہے۔ وہاٹس ایپ پر روزانہ 43 سو کروڑ پیغامات، 160 کروڑ فوٹو اور 25 کروڑ سے زیادہ ویڈیو ارسال کیے جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے دنیا بھر میں استعمال ہونے والی 53 زبانوں میں وہاٹس ایپ بآسانی کام کررہا ہے۔ وہاٹس ایپ پر 100 کروڑ سے بھی زائد گروپ بنے ہوئے ہیں، ان میں راقم الحروف کے بھی چار گروپ شامل ہیں۔ عالمی سطح پر وہاٹس ایپ نے بہت کم وقت میں تیزی سے شہرت حاصل کی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ذرائع ابلاغ کمپنیوں کو 386 بلین ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک طرف وہاٹس ایپ کی ایک برس کی آمدنی ناسا کے بجٹ سے بھی زیادہ ہے، وہیں دوسری طرف وہاٹس ایپ دنیا بھر میں پانچویں نمبر پر سب سے زیادہ ڈاؤن لوڈ کی جانے والی ایپلی کیشن ہے۔

تو دیکھا بچو! آپ نے ایک غریب بچے کے عزم وحوصلے نے اسے دنیا کا پسندیدہ شخص بنادیا۔ آج ہم کھانا کھائے بغیر رہ سکتے ہیں، لیکن وہاٹس ایپ کے بغیر ہماری زندگی ادھوری ہے۔ ہمیں امید ہے آپ بھی اپنی محنتوں سے ایک دن کامیابی کا پرچم بلند کریں گے۔

■

T.N.Bharti
N-22,GF, Lane No.2
Sailing Club Road,
Jamia Nagar, Okhla
New Delhi-110025

امتیاز احمد الائی

بابا گورونانک کی روحانی تعلیمات اور اقوال زریں

باباگرو نانک دیو سکھ مذہب کے بانی، روحانی پیشوا اور پنجابی زبان کے اچھے شاعر تھے۔ان کی تحریر کردہ کتاب 'گرو گرنتھ صاحب ،سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔بابا گرونانک کا شمار پورے برصغیر کی معتبر ہستیوں میں ہوتا ہے۔سکھوں کے علاوہ باباگرو نانک برصغیر میں مسلمانوں اور ہندووں کے نزدیک یکساں طور سے ایک قابل احترام ہستی ہیں۔باباگرونانک 15اپریل 1469 کولاہور کے نزدیک پنجاب کے شہرننکانہ کے باسی رائے بھوئی کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔گرونانک کی شادی 16سال کی عمر میں بی بی سولکھنی سے کروادی گئی۔شادی کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ شادی روحانی زندگی کو متاثر نہیں کرتی۔ انھیں اپنی بیوی اور بچوں سے بہت پیار تھا ۔گرونانک کے دو بیٹے تھے جن کے نام شری چند اور لکشمی چندر رکھے گئے۔

گرونانک غیر معمولی صلاحتیوں کے مالک تھے۔ وہ اپنے ذہانت سے اکثر اپنے استادوں کو حیران کر دیا کرتے تھے۔ایک دفعہ ان کے والد نے کچھ روپے دے کر نانک سے کہا ان روپوں سے مجھے بہترین سودا کر کے دکھاو۔گرونانک نے ان روپوں سے کھانا خریدا اور محتاج لوگوں میں بانٹ دیا۔جب گھر پہنچے تو والد نے کہا کیا سودا کیا؟ گرونانک نے کہا کہ میں ان پیسوں کا سچا

سودا کر کے آیا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ تجارت کی ہے جو مجھے اس کے بدلے کئی گناہ زیادہ دے گا یعنی ''بھوکوں اور محتاجوں کی خدمت سے زیادہ کونسا سودا اچھا ہے۔ اس کا نفع اگلی زندگی میں ملتا ہے۔''

گرو نانک صاحب عوام کی دقیانوسیت کو سخت نا پسند کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انسان کا رشتہ براہ راست خدا سے ہوتا ہے تو پھر انسان اس بحث میں کیوں اپنا وقت برباد کرتا ہے کہ گنگا کا پانی اس کے پاپ دھوئے گا یا نہیں اور کس طرح کا لباس خدا کو زیادہ پسند ہے۔ وہ کہتے تھے کہ سب سے پہلے اپنا باطن خدا کی مرضی کے مطابق ڈھالو۔ لباس، رسوم، اور ظاہری وضع ثانوی بحث ہے اس لیے نانک صاحب کا قول ہے: ''پاک صاف لوگ وہ ہیں جو ظاہری بدن کے بجائے دل کو صاف رکھیں اور خوف خدا کریں۔''

گرو نانک صاحب خدا کی وحدانیت کے قائل تھے اور بت پرستی کے خلاف تھے۔ انھوں نے تثلیث کی نفی کی اور اس بات کو بھی رد کیا کہ خدا انسانی روپ میں پیدا ہوسکتا ہے۔ انھوں نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنا مال اور اسباب غریبوں میں بانٹ کر سفر پر نکل پڑے۔ ان کے اس سفر کا نصب العین معاشرے سے نسلی اور مذہبی امتیاز کو ختم کرنا تھا۔ وہ فرسودہ رسم و رواج کے سخت مخالف تھے اور خدا کا پیغام گیتوں کی شکل میں لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

گرو نانک نے برصغیر کے طول و عرض میں کئی سال سفر کرتے ہوئے اپنی تعلیمات کا پرچار کیا۔ ان کا نظریہ خدا بہت آفاقی اور لامحدود تھا۔ انھوں نے بغداد میں ایک عالم کے سامنے ایک فارسی نظم پڑھی جس میں انھوں نے کہا کہ تم کیوں زمینوں اور آسمانوں کی تعداد گن رہے ہو۔ کائنات تو لامحدود ہے اور انسان کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ مگر وہ خدا کی خدائی کی انتہا کو نہ پا سکے گا۔ گرو نانک کی روحانی تعلیمات اور اقوال زریں درج ذیل ہیں:

1۔ کسی دوسرے کو بُرا نہ کہو اس سے تم خود بُرے کہلاؤ گے۔
2۔ جو دوسروں سے کینہ و نفرت رکھتا ہو، اس کا دل کبھی صاف نہیں ہوسکتا اور ایسے شخص کو کبھی چین نہیں ملتا۔
3۔ کوئی کمزور شخص تمھاری بے عزتی کرے تو اسے معاف کردو اس لیے کہ بہادروں کا کام ہی معاف کرنا ہے۔
4۔ سب سے بہتر وراثت جو آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑی جاسکتی ہے وہ اچھا چال چلن اور بلند کردار ہے۔
5۔ خدا ایک ہے اس کی کوئی شکل و صورت نہیں۔ وہی سچا گواہ ہے۔
6۔ اے جاہل نادان! اپنے نسب پر غرور نہ کر۔ اس کے نتائج بہت بُرے ہیں۔
7۔ نیک اعمال ہی تیرے کام آئیں گے جن کے لیے پھر اس دنیا میں موقع نہ ملے گا۔
8۔ بھوکوں اور محتاجوں کی خدمت سے زیادہ کونسا سودا اچھا ہے۔ اس کا نفع اگلی زندگی میں ملتا ہے۔
9۔ اگر تم دنیا میں خلق خدا کی خدمت کرو گے تو بارہ گاہِ عالی میں شرف اور عزت پاؤ گے۔
10۔ بدزبانی مت کرو کیونکہ بدزبان آدمی کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور اس پر لعنت کی جائے گی۔
11۔ نیکی میرا مذہب ہے۔

12۔ پہلے اپنے آپ کو درست کرو پھر تم کوئی بُرائی نہ کرو گے۔
13۔ علم الیقین سے مرتبہ شیخ، پیر اور بادشاہ کا ملتا ہے۔
14۔ اگر دل میلا ہے تو سب کچھ ناپاک ہے۔
15۔ بیکاری اور سستی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔
16۔ جو لوگوں پر مہربان نہ ہو، وہ خدا کی دوستی کا دعویدار نہ ہو۔
17۔ اتفاق میں بڑی طاقت ہے۔اس لیے اتفاق سے نیک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
18۔ جن لوگوں نے رضا اور تسلیم کو اختیار کیا، انھوں نے ہی اپنے مالک کا بھید پایا۔
19۔ نادان لوگ دولت کے لیے دل کا چین گنوا دیتے ہیں۔ جب کہ عقلمند دل کے چین کے لیے دولت لٹا دیتے ہیں۔
20۔ صداقت، قناعت اور ایمان کا سنگار کرو۔ اس سے اپنے مالک کے پیارے کہلاؤ گے
21۔ بھائی دوسروں کا بُرا چاہنا چھوڑ دو۔
22۔ جسم دھونے سے دل پاکیزہ نہیں ہوتا۔
23۔ جو گناہ کرے، اسے آدمی سمجھو۔ جو گناہ کر کے نادم اور پشمان ہو، اسے ولی جانو اور جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان جانو۔
24۔ جو شخص محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرتا ہے۔اس کی روح پاکیزہ ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی سکھ اور آرام سے گزارنے کے علاوہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور پرماتما کے دربار میں اس کی سرخروئی ہوتی ہے۔
25۔ محض پانچ وقت نماز پڑھ لینے سے ایک انسان سچا مسلمان نہیں بن سکتا بلکہ سچے مسلمان کی اصلی صفات تو یہ ہیں:
سچ بولو، حق کی کمائی کھاؤ، خدا کی راہ میں خیرات کرو، نیک نیت رہو، خدا کو ہمیشہ یاد رکھو۔ پانچ نمازوں کے بعد نیک اعمال کا کلمہ پڑھ کر سچے مسلمان کہلاؤ۔
26۔ سب مذہب جن کی بنیاد خدا پرستی پر ہے، سچے ہیں۔
27۔ مذہب کا اصلی مطلب خدا سے سچی محبت ہے۔
28۔ خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا خدا کو خوش کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔
29۔ انسان کو چاہیے کہ صبح صادق کے وقت ذکر حق اور فکر کرے۔

گرونانک دیو کی یہ روحانی تعلیمات ان کی پوری زندگی کا وہ نچوڑ ہیں جن کو پڑھ کر ہم اپنی زندگی کو بہتر سے بہترین بنا سکتے ہیں۔

■

Imtiyaz Ahmad Alie
Research Scholar, Dept. of Urdu
Punjab University
Patiala - 192211 (Punjab)

محمد زاھد

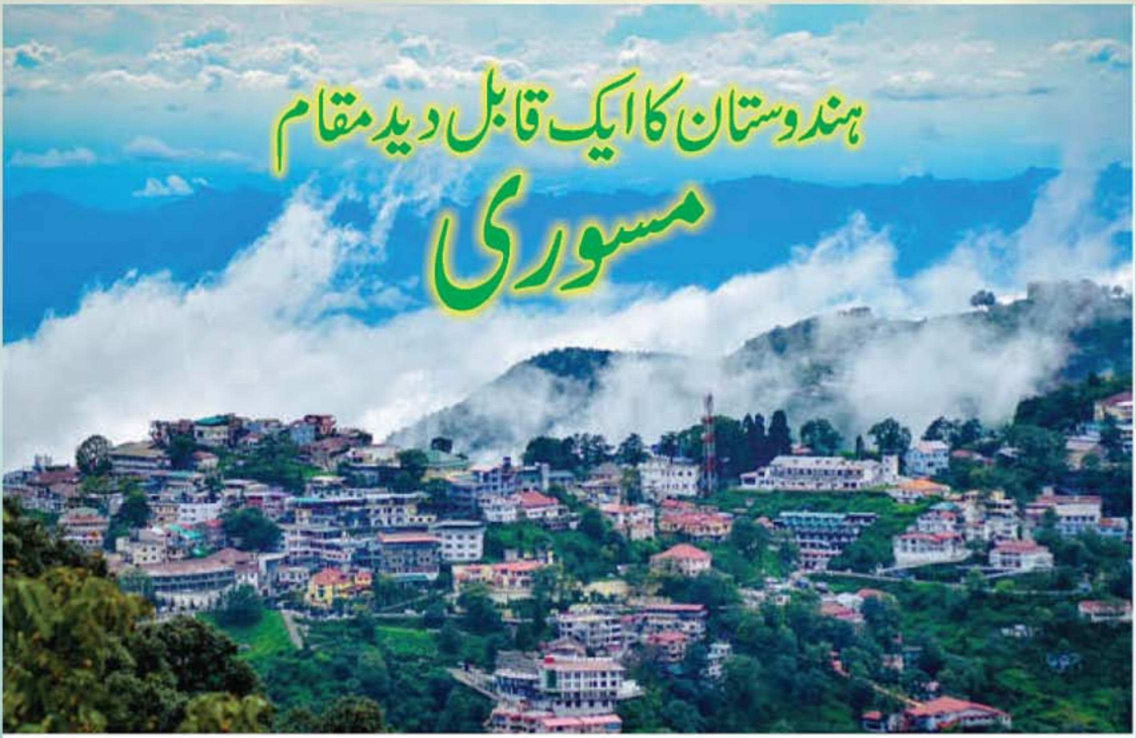

ہندوستان کا ایک قابل دید مقام

مسوری

پیارے بچو! قدرت نے ہندوستان میں رہنے والوں کو فرصت کے اوقات میں سیر و تفریح کے لیے بہت سے خوبصورت مقام دیے ہیں۔ یہاں ریگستان، سمندر اور پہاڑ سبھی پائے جاتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں دارجلنگ، اوٹی، لداخ، مسوری، نینی تال، شملہ، منالی وغیرہ ایسی جگہیں ہیں جہاں تقریباً پورے سال دور دراز سے سیر کرنے والے لوگ آتے ہیں اور وہاں کے دلکش قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اترپردیش سے الگ ہوکر اتراکھنڈ نام سے ایک نئی ریاست بنی ہے جس کی راجدھانی دہرہ دون ہے۔ اس سے 36 کلومیٹر دوری پر مسوری واقع ہے۔ دہلی سے دہرہ دون کی دوری 235 کلومیٹر، لکھنؤ سے 582 کلومیٹر، بمبئی سے 1578 کلومیٹر اور مدراس سے 2365 کلومیٹر ہے۔ یہاں ایک ہوائی اڈہ بھی ہے جہاں سے کچھ شہروں کے لیے براہِ راست پرواز کی سہولت حاصل ہے۔ یہ شہر ریلوے کے ذریعہ ملک کے دوسرے حصوں سے جڑا ہوا ہے۔ ہندوؤں کے مقدس مقامات رشی کیش، ہری دوار، گنگوتری وغیرہ یہاں سے قریب پڑتے ہیں۔ اس لیے اکثر ہندو زائرین ان مقامات پر آنے یا جانے کے لیے دہرہ دون میں ایک یا دو دن کے لیے ٹھہرنا پسند کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سکھوں کی زیارت گاہ ہیم کنڈ صاحب بھی یہاں سے نزدیک ہے۔

دہرہ دون ریلوے اسٹیشن بہت صاف ستھرا ہے۔ یہاں وہ بھیڑ بھاڑ نہیں جو دوسرے بڑے شہروں کے اسٹیشنوں پر نظر آتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے نکل کر سڑکوں پر آیئے تو ایک طرح کا سکون محسوس ہوتا ہے۔ مشینی زندگی اور بھاگ دوڑ سے اکتائے ہوئے لوگ چند دنوں کے لیے قدرتی نظاروں سے

محظوظ ہونے کے لیے محوخرام نظر آتے ہیں۔ جو لوگ زیادہ دور نہیں جانا چاہتے وہ شہر کے ہی کسی ہوٹل یا لاج(Lodge) کا انتخاب کرتے ہیں۔ البتہ جو سیاح خاص مسوری جانے کے لیے آتے ہیں وہ پہلے سے ہوٹل بک کر کے آتے ہیں۔ انھیں پرائیویٹ کار یا پری پیڈ ٹیکسی کرنا پڑتی ہے کیونکہ اونچائی پر آٹو رکشا یا بیٹری والی گاڑیاں نہیں چڑھ سکتیں۔

مسوری کا سفر دہرہ دون سے یوں تو زیادہ نہیں لیکن گھماؤ دار راستہ کی وجہ سے ڈیڑھ سے دو گھنٹے لگتے ہیں۔ یہاں مارکیٹ (بازار) کا علاقہ زیادہ گھنا آباد ہے اور ہوٹلوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ یہاں سے دون کی وادی (Doon Vally) کا نظارہ بہت سہانا لگتا ہے۔ زیادہ تر سیاح ادھر قیام کرتے ہیں۔ اس سے اونچائی پر ایک طرف ٹاکیز (Talkies) واقع ہے جہاں انگریزوں کے زمانے میں سنیما دکھایا جاتا تھا اور دوسری طرف چرچ اور لائبریری والا علاقہ ہے جو نسبتاً کم آباد ہے مگر یہاں سے دور کی پہاڑیاں اور نشیبی علاقے بہت خوبصورت دکھائی پڑتے ہیں۔ رات کو جب روشنیاں ہوتی ہیں تو لگتا ہے تارے ٹمٹمارہے ہیں۔

گرمی کے موسم میں لوگ ٹھنڈے علاقے میں جانا یوں بھی پسند کرتے ہیں لیکن مسوری میں جاڑے کے موسم میں سیاح برف باری کا مزہ لوٹنے کے لیے بھی آتے ہیں۔ بچوں کے اسکولوں میں چھٹی ہونے کے سبب سفر کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ آپ کسی معقول ہوٹل کے کمرے میں آتش دان کے سامنے بیٹھے ہوں۔ سامنے گلاس ڈور(Glass Door) ہو اور باہر برف کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے گر رہے ہوں۔ یہ نظارہ

آپ مسوری میں ہی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ درجۂ حرارت صفر پر پہنچنے کے سبب باہر گھومنا پھرنا بند ہوسکتا ہے۔

مسوری کا سفر کرنے والوں کے لیے یہاں اور بھی کئی دلچسپ مقامات ہیں۔ ان میں کئی آبشار، چڑیا خانے اور جھیلیں ہیں۔ مسوری لیک (Mussori Lake) اگرچہ ایک چھوٹے تالاب کی طرح ہے جہاں کشتیاں (Boats) چلتی ہیں اور آس پاس کی دکانوں میں طرح طرح کے لباس، زیورات اور کھانے پینے کی چیزیں ملتی ہیں لیکن یہاں سیاح کافی وقت گزار سکتے ہیں۔ ڈاکوؤں کا غار (Robber's Cave) بھی گھومنے کی جگہ ہے جہاں پہاڑی کے تنگ درّے سے راستہ گزر کر ایک جھرنے پر آ کر ختم ہوجاتا ہے۔ پہلے پولیس اور عام شہریوں سے بچنے کے لیے ڈاکوؤں کا گروہ ایسے غاروں میں رہا کرتا تھا۔

مسوری اور دہرہ دون کے قابل ذکر مقامات میں فارسٹ ریسرچ اکادمی، انڈین ملٹری اکادمی، دون اسکول، تاپ کیشور مندر، لکشمن سدھ، راجہ جی نیشنل پارک وغیرہ ہیں۔ یہاں کی خاص مٹھائی میں خالص چاکلیٹ اہم ہے۔ مسوری میں گاہے گاہے فلموں کی شوٹنگ چلتی رہتی ہے۔ یہاں کے باشندوں میں ہندو، مسلم، سکھ سبھی ہیں۔ یہاں مسلم ہوٹل، مسلم قبرستان اور مدرسے بھی قائم ہیں۔ اگر آپ دہرہ دون اور مسوری کا سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو چھٹیوں میں ضرور جائیے۔ یہاں کی دلکش پہاڑیاں اور جھرنے بلاتفریق مذہب و ملت ہر ایک کو آنے کی دعوت دیتے ہیں۔

■

Dr. Md. Zahid
B-5, Garden Reach
Kolkata - 700024 (West Bengal)

کرشن گوتم

آیا ہے نیا سال

دل میں نئی اُمنگ نئی سرخوشی کے ساتھ
سُر کی نئی بہار، نئی نغمگی کے ساتھ
ہر شخص کے چہرے پہ اک پیاری ہنسی کے ساتھ
آیا ہے نیا سال، نئی روشنی کے ساتھ

گزرا جو سال خیر سے اچھا تو تھا مگر
اُمید سے ہماری رہا کچھ نہ کچھ کمتر
کچھ دوست کچھ احباب کچھ اغیار کچھ دلبر
خوش تھے مگر اے کاش ہوتے اور بھی خوشتر

باتیں وہ کرتے پہلے سی کچھ شاعری کے ساتھ
دل میں نئی امنگ نئی سرخوشی کے ساتھ

پہلے سے دن وہ پہلی سی راتیں کہاں ملیں
دل چھین لینے والی وہ گھاتیں کہاں ملیں
قربان جن پہ ہوں وہ ملاقاتیں کہاں ملیں
ہو بات جن باتوں میں وہ باتیں کہاں ملیں

اے کاش! دوست ملتے ذرا دوستی کے ساتھ
دل میں نئی امنگ نئی سرخوشی کے ساتھ

اے میرے دل زار! کیوں ہے فسردہ حال
دنیا کے رنگ ڈھنگ پر کیوں ہے تجھے ملال
جینا ہوا ہے آدمی کا اس لیے محال
بدلی جو اس زمانے نے خود اپنی چال ڈھال

دکھا نہ میل زندگی کا سادگی کے ساتھ
دل میں نئی اُمنگ نئی سرخوشی کے ساتھ

اک عزم لے کر ہم اٹھے ہیں اب نئے دم سے
کروٹ زمانے نے ہے بدلی آج خود ہم سے
اب واسطہ کچھ بھی نہ رکھا رنج سے، غم سے
بدلیں گے مل کے آنسوؤں کو ہم تبسم سے

آساں کریں گے مشکلیں ہم مل کر سبھی کے ساتھ
دل میں نئی اُمنگ نئی سرخوشی کے ساتھ

آیا ہے نیا سال کیا؟ ہم اس کو لائے ہیں!
اک جوش لے کر ہوش میں سپنے سجائے ہیں
جو سب کے دل کو بھائیں، منصوبے بنائے ہیں
محنت میں ہے ملاپ تو رحمت کے سائے ہیں

ہم منزلوں کو پائیں گے مل کر سبھی کے ساتھ
دل میں نئی امنگ نئی سرخوشی کے ساتھ

اک روشنی سی پھیلتی جاتی ہے ہر طرف
نغمے نسیم پیار کے گاتی ہے ہر طرف
خوشبوئے گل، مستی سی پھیلاتی ہے ہر طرف
خوش حالی کھیت کھیت لہراتی ہے ہر طرف

اب زندگی جئیں گے نئی زندگی کے ساتھ
دل میں نئی اُمنگ نئی سرخوشی کے ساتھ
آیا ہے نیا سال نئی روشنی کے ساتھ

■

Krishan Gotam
1361/44B
Chandigarh - 16004 (Punjab)

محمد وکیل

سالِ نو شکریہ تو جو آیا

سالِ نو شکریہ تو جو آیا
جوتِ امید پھر سے جگایا
زندگی جستجو میں لگی پھر
تیرے آنے سے ہمت بڑھی پھر
کل کی افسردگی بھول کر اب
دل ضیابار میرا ہے پھر جب
ہاری بازی کو جیتیں گے اک دن
سب مسائل بھی بیتیں گے اک دن
دامنِ صبر چھوڑا نہیں ہے
اپنی کوشش پہ مجھ کو یقیں ہے
صبر کے ساتھ کوشش ہے جاری
اور ہمت بھی جس نے نہ ہاری
اک نہ اک دن مقدر کھلے گا
دامنِ دل خوشی سے بھرے گا

■

Mohd Wakeel (Ahmad Wakeel Aleemi)
B-L- No4, Holding No: 5
Kanki Nara
North 24 Pargana - 743126 (West Bengal)

فراق جلال پوری

قلم

تیر قلم، تلوار قلم!
رکھتا ہے ہر دھار قلم!
گیتوں کی جھنکار قلم
میداں میں تلوار قلم
عزت، شہرت، سکھ آرام
ہر شے کا آدھار قلم!!
گونگے لفظوں کو آواز
کاغذ کو درکار قلم!
اس کا مقدر جاگ اُٹھے
جس کو بنا لے یار قلم
آگ لگے تو کرتا ہے
شبنم کی بوچھار قلم
اپنی نوک سے ڈھاتا ہے
نفرت کی دیوار قلم!
جیون کی ہر مشکل میں
راہ کرے ہموار قلم!
بڑے ادب سے اسے اٹھاؤ
چومو ہزاروں بار قلم!!
سچ پوچھو تو جگ میں فراق
سب سے بڑا فنکار قلم

■

Firaque Jalalpuri
Mohalla: Qazipura
Post: Jalalpur
Distt: Ambedkar Nagar - 224149 (UP)

علیم صبا نویدی

اے دبستانِ علی گڑھ

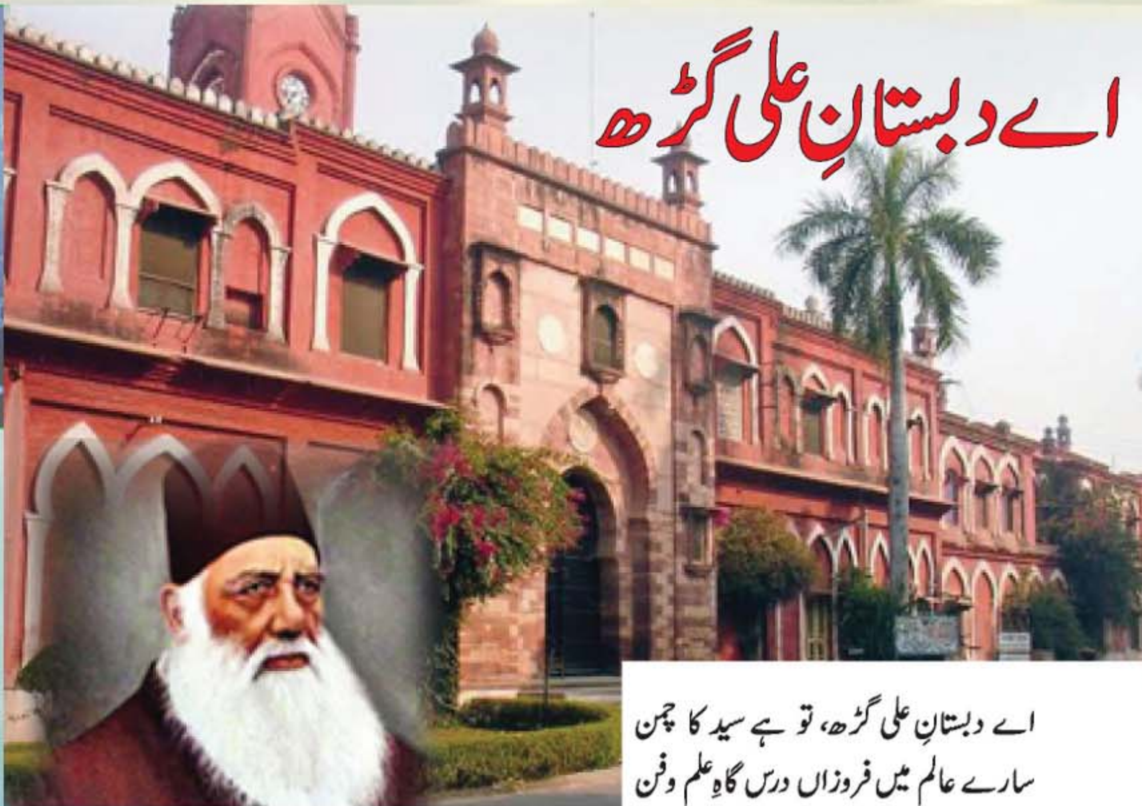

اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن
سارے عالم میں فروزاں درس گاہِ علم وفن

سینۂ فکر و تخیل میں دھڑکتا دل ہے تو
ساری راہیں تجھ سے آملتی ہیں وہ منزل ہے تُو
علم کے پیاسوں کا ساگر، فکر کا ساحل ہے تُو
باغباں سید نے ہے جس کو کھِلایا وہ سمن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

دور سے آ آ کے پیاسے ہوتے ہیں سیراب یاں
مل رہی ہیں تشنگانِ علم کو شادابیاں
جن کی مٹھی میں ہے قفلِ فکر وفن کی چابیاں
تھے مجاز و شہریار ایسے شہ شعر و سخن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

چہرہ چہرہ ہے صحیفہ، مکھڑا مکھڑا اک کتاب
آسمانِ علم و فن کے سب چمکتے ماہتاب
حالی وحسرت، سرور و جذبی، تاباں، آفتاب
یہ وہ اختر ہیں لگا جن کو نہ ماضی کا گہن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

سیدِ مہدی وقارالملک محسن اور چراغ
جہل کو یکسر مٹا کر کر دیا روشن دماغ
ہیں ذکاء اللہ و حالی علم کے لبریز ایاغ
پائے خوش بختوں نے استاد ایسے ایسے ممتحن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

نظم

تھی رشید احمد صدیقی کی شگفتہ شخصیت
آرزو، نظر، وامین اشرف سے جن کی انسیت
قاضی ستار کی ہم کیسے بھولیں اہمیت
بوالکلام، اصغر، ضیا سب ہیں دلوں میں ضوفگن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

اے دیارِ علم و دانش، فکر و دانائی تری
چشمِ دل کو کس نے یہ بخشی ہے، بینائی تری
اردو انگریزی سے تھی باہم پذیرائی تری
آئی سنگیں مرحلوں پر بھی نہ ماتھے پر شکن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

سیدالاخبار نے بخشی صحافت کو جلا
تہذیب الاخلاق نے تہذیب کو بخشا صلہ
تاحیات ان کے تھا اخباروں کا جاری سلسلہ
تھے رقیب اکبر الہ آبادی و شبلی ہم سخن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

تجھ سے وابستہ رہے مجنوں، خلیل اعظمی
ساجدہ و زاہدہ کی تھی شگفتہ ہمدمی
ہے کھٹکتی آج بھی اسلوب کی تجھ میں کمی
تیرے چرچے، تیری باتیں انجمن در انجمن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

عرش بھی ہے سر بہ سجدہ تیرے در کے روبرو
تیرے پیراہن کی خوشبو، عالم عالم چار سو
اے وہ تنویرِ علی گڑھ، نورِ ہندوستان تو
ماند پڑ جائے دمک سے تیری الماسِ عدن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

ایک عالم کر رہا ہے تیری عظمت کو سلام
علم و عرفان و ادب کی نیک شہرت کو سلام
سیدِ احمد کی تعلیمی امامت کو سلام
تیرے درس نو سے نکلے کیسے کیسے نورتن
اے دبستانِ علی گڑھ تو ہے سید کا چمن

اے صبا انجام ایسی ہستیوں کا کیوں ہوا
سید و اقبال و اکبر پر جو بیتا سانحہ
عصرِ نو کو ہضم کیا ہوپائے گا وہ واقعہ
جن کے علم وفن کی قیمت تھی فقط دو گز کفن
اے دبستانِ علی گڑھ، تو ہے سید کا چمن

■

Aleem Saba Naveedi
192/266, Triplicane High Road
Flat No: 16, Second Floor
Rice Mandi Street
Chennai - 600005 (Tamil Nadu)

فردوس بانو

موسمِ سرما

جو ستم ڈھائے وہ ستمگر ہے
ہر برس آئے جو دسمبر ہے

ہم خیال اس کی جنوری بھی ہے
قہر کے ساتھ دلبری بھی ہے

نام سن کر غریب ڈر جائے
جس کے کپڑا نہیں وہ مرجائے

سانس رک جائے نبض تھم جائے
ٹھنڈ لگ جائے خون جم جائے

کاش ہوجائے یہ غریب نواز
یہ تو موسم ہے بس امیر نواز

کیسے ٹھنڈک میں کرے مزدوری
سوچ سکتا نہیں حلوہ پوری

گرم کافی اور آملیٹ کہاں
اس کے حصے میں چاکلیٹ کہاں

کوئی جیکٹ نہ شال و سوئٹر ہے
اون کی ٹوپی ہے نہ مفلر ہے

مست رہتا ہے سبھی حال میں وہ
کاٹ دیتا ہے شب پوال میں وہ

سرد راتوں کی قہر مانی ہے
اس پہ سورج کی مہربانی ہے

ہر کسی دل میں ہے یہی چاہت
آگ اس کے لیے بڑی نعمت

درد سمجھو ذرا غریبوں کا
حال کیسا ہے کم نصیبوں کا

■

Firdaus Bano
M-109, Gul Marg Apts, First Floor
Abul Fazal Enclave
Jamia Nagar, Okhla
New Delhi - 110025

انیس الرحمن

نظم

کتاب

شکل وصورت سے میں کتاب ہی ہوں
خوبیوں میں میں لاجواب بھی ہوں
میں ہوں تنہائی میں رفیق تیری
ہوں مربی بھی اور شفیق تیری
خوبیوں سے بھری کتاب ہوں میں
باعث رحمت و ثواب ہوں میں
گیت حمد نعت ہیں ترانے ہیں
مجھ میں شامل کئی خزانے ہیں
علم کا دوستو! خزانہ ہوں
اس ترقی کا میں زمانہ ہوں
مجھ سے ہی قوموں کی ترقی ہے
جس کی بنیاد مجھ پہ رکھی ہے
نسل در نسل علم پہنچانا
ہاں بدلتا ہے میرا کاشانہ
میں تو ملتی ہوں ہر زمانے میں
رہتی ہوں میں کتاب خانے میں
مجھ کو دیمک سے گر بچاؤ گے
سالہا سال فیض پاؤ گے
مجھ میں پنہاں کئی خزانے ہیں
جانے کتنے مرے دیوانے ہیں
کچھ تو کرتے ہیں دوستی مجھ سے
کچھ تو کرتے ہیں دشمنی مجھ سے
لوگ جتنے بھی یاں سیانے ہیں
خوبیوں کے میرے دیوانے ہیں
روشنی کے مینار مجھ سے ہیں
دنیا کے کاروبار مجھ سے ہیں
جس نے مجھ کو ذخیرہ کر ڈالا
علم سے گود اپنی بھر ڈالا
میں نہ سڑتی ہوں اور نہ گلتی ہوں
اور نہ میں روپ ہی بدلتی ہوں
وہ بہت ہوشیار تو ہوگا
جو میرا جاں نثار بھی ہوگا
میرے سب دوست ہیں گدا ورئیس
میں ہوں تنہائی کی رفیق انیس

■

Aneesur Rahman Anees
9-6-377, Behind Hameed Function Hall
Umar Colony, Tier Board
Nander - 431604 (Maharashtra)

رشید احمد صدیقی

طوطا کہانی

بچو! تم جانتے ہو یہ ہرے ہرے طوطے باغ کے پھلوں کو کتنا نقصان پہنچاتے ہیں۔ باغ کے رکھوالے دن رات ان کو اڑاتے پھرتے ہیں لیکن یہ نہیں مانتے۔ جہاں رکھوالے کا ہو ہو، اس کے کوڑے کا کڑکا اور ڈھیلے کا پھینکنا بند ہوا یہ باغ پر جھپٹے اور پھلوں کو کترنا گرانا شروع کر دیا۔ رکھوالے نے اپنا دھندا شروع کیا تو ٹیں ٹیں کرتے اڑ گئے۔ جیسے رکھوالے کا منہ چڑاتے اور اپنی جیت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہوں۔

ہمارے گھروں میں یہ بڑے شوق سے پالے جاتے تھے، پنجرے میں بند میاں مٹھو سکھائی بتائی۔ سنی سنائی بھانت بھانت کی بولیاں بولتے رہتے۔ آواز کی نقل اتارنے میں شاید ہی کوئی اور پرندہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ ان کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں کہ یہ کتنے سیانے اور منہ پھٹ ہوتے ہیں اور انھوں نے اپنی باتوں سے کیسے کیسے گل کھلائے (اچنبھے کی بات دکھانا) ہیں۔ ان کا نام لے کر گھر کی لڑکیاں سریلے میٹھے گانے گاتیں اور ان کی آنکھ کا رنگ ڈھنگ ہر آن بدلتا دیکھ کر ایک لفظ طوطا چشم (طوطا چشم بے مروت بے وفا) بھی مشہور ہے۔

طوطوں کے بارے میں ایک انوکھی بات یہ بتائی جاتی ہے کہ باغوں میں اترنے سے پہلے اکثر قریب کے کسی اونچے درخت یا مقام پر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے ہیں اور پھر باغ پر حملہ کرتے ہیں جیسے کوئی فوج کسی مورچہ پر دھاوا کرنے سے پہلے یہ دیکھنے کے لیے آس پاس کہیں رک جائے، کیا حملہ کرنا مناسب ہوگا؟

طوطوں کی اس خاصیت (خاصیت، عادت) سے رکھوالے واقف (واقف ہونا جاننا) ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ باغ کے چاروں طرف لمبے لمبے بانس گاڑ کر اس کے سروں کو پتلی رسی سے باندھ دیتے ہیں، اس طور پر باغ رسی کے گھیرے میں آ جاتا ہے۔ اس رسی میں نرکل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس طور سے پرو دیتے ہیں کہ وہ پھرکی کی طرح گھوم جایا کریں طوطے جیسی کہ ان کی عادت ہے باغ پر حملہ کرنے سے پہلے رسی میں پروئی ہوئی نلکیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ جو بیٹھتے ہی گھوم جاتی ہیں اور یہ پنجوں سے نلکیوں کو مضبوط تھامے ہوئے خود بھی الٹ جاتے ہیں اور لٹکے رہتے ہیں۔ پھر کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے یہ ٹیں ٹیں کر کے سارا باغ سر پر اٹھا لیں گے مگر نرکل کو نہ چھوڑیں گے۔ ان کو شاید اس کا ڈر ہوتا ہے کہ نرکل چھوٹ گیا تو زمین پر گر کر مر جائیں گے۔ اتنے میں باغ کا رکھوالا آ جاتا ہے اور ان کو ٹھکانے لگا دیتا ہے۔

کہتے ہیں ایک دن کوئی فلسفی بھولا بھٹکا وہاں جا پہنچا۔ طوطوں کو اس طرح لٹکا ہوا دیکھا تو سوچ میں پڑ گیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ طوطے صرف جاہل ہیں۔ اگر ان کو اپنی بے وقوفی معلوم ہو جائے تو پھر کبھی اس آفت میں نہ پھنسیں گے۔ چنانچہ وہ گھر لوٹ آیا۔ طوطوں کے بہت سارے بچے خریدے اور دن

رات ان کو تعلیم دینے لگا طوطوں کو جیسا کہ تم جانتے ہو جو کچھ پڑھا دیجیے وہ اسی کو دہرانے لگتے ہیں۔ فلسفی نے ان کو یہ سبق پڑھایا:

''ہم پر دار جانور ہیں شکاری کے نرکل پر کبھی نہ بیٹھیں گے۔ اگر بیٹھیں گے تو پھڑ پھڑا کر اڑ جائیں گے۔''

سبق یاد ہو جاتا تو ان کو چھوڑ دیتا۔ طوطوں کے دوسرے بچے خرید لاتا اور یہی سبق ان کو یاد کرا کے چھوڑ دیتا۔ مدتوں وہ یہی کرتا رہا۔ جو لوگ کبھی کبھار فلسفی کے گھر کی طرف سے گزرتے تو ان کو فلسفی اور طوطوں کو دیکھ کر دیہات کے مدرس اور طالب علم پہاڑا پڑھتے پڑھاتے یاد آ جاتے۔

کچھ دنوں بعد فلسفی کا گزر اسی باغ کی طرف ہوا جہاں اس نے طوطوں کو پہلے پہل گرفتار دیکھا تھا اور ان کی تعلیم دینے کا خیال آیا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے شاگرد طوطے رسی میں پروئی ہوئی نلکیوں سے لٹکے ہوئے ہیں اور چیخ چیخ کر پڑھ رہے ہیں:

''ہم پر دار جانور ہیں۔ شکاری کے نرکل پر کبھی نہ بیٹھیں گے۔ اگر بیٹھیں گے تو پھڑ پھڑا کر اڑ جائیں گے۔''

فلسفی یہ ماجرا دیکھ کر گھر واپس آیا۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ فلسفی بھی ایک رسی سے لٹکا ہوا ہے لیکن طوطوں کی طرح پاؤں سے نہیں بلکہ آدمیوں کی طرح سر سے۔

■

بہ شکریہ: مہر الٰہی ندیم، علی گڑھ

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا / چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر.................................... بتاریخ ....

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِ تعاون سالانہ -/100 روپے IFSC: SYNB0009009، A/C: 90092010045326 میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

ادریس صدیقی

جادوئی جوتے

دانی کا چہرہ چمکنے لگا۔کوڑے کے ڈھیر پر جوتے دیکھ کر!

''دیکھ کتنے اچھے جوتے ہیں۔'' دانی نے چھوٹی سے کہا۔

دونوں بچے کوڑے کے ڈھیر سے پلاسٹک کی تھیلیاں جمع کرتے ہیں۔ وہ پلاسٹک بیچ کر کباڑی کو بیچ دیتے ہیں ورنہ کھانا کہاں سے کھائیں؟

چھوٹی بھی ننگے پیر ہے۔ وہ جوتے دیکھتے ہوئے بولی ''اتنے اچھے جوتے کون پھینک گیا؟'' تب تک دانی نے اپنے گندے پیر ہاتھ سے صاف کیے۔ وہ جوتے پہن کر دیکھ رہا ہے۔

''یہ میری ہی ناپ کے ہیں!'' بہت خوش ہے دانی۔

پھر اُسے اپنی پانچ سال کی بہن کا خیال آگیا۔ وہ چھوٹی سے بولا ''لے، یہ جوتے تو پہن ا''

''دھت۔'' چھوٹی کہنے لگی۔ ''یہ لڑکوں کے جوتے ہیں۔''

چھوٹی اپنی پھٹی ہوئی فراک دیکھ کر سوچنے لگی۔ ''کہیں ایک نئی فراک بھی مل جائے تو کتنا مزا آئے گا۔''

دانی بھی زیادہ بڑا نہیں ہے۔ نئے جوتے پہن کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا۔ وہ اس وقت جوتے پہن کر چل رہا ہے۔اس کے منہ سے نکل گیا'' جادوئی جوتے ہیں۔لگتا ہے ہوا میں اڑ رہے ہیں۔''

اچانک جادو ہوگیا! اس کے جوتے دانی کو ہوا میں اڑانے لگے۔''ارے...'' دانی کی گھگھی بندھ گئی۔ وہ زمین سے کچھ اوپر ہوا میں ہے!

زمین پر کھڑی چھوٹی کا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ ڈر کے مارے کانپ رہی ہے۔

تھوڑی دیر میں دانی کا ڈر غائب ہوگیا۔ اسے ہوا میں اڑتے ہوئے مزا آرہا ہے۔ پھر وہ ہوا میں چلنے لگا۔ ''چھوٹی دیکھ! میں ہوا میں چل رہا ہوں۔''

دانی کو ٹھیک ٹھاک دیکھ کر چھوٹی کی ہمت بندھی۔ ''تیرے جوتے جادوئی ہیں۔''

''اب میں نیچے آتا ہوں۔'' دانی کے کہتے ہی جوتے زمین پر لے آئے اُسے۔

ایک خیال آیا چھوٹی کو۔ ''یہ جادوئی جوتے ہیں۔ ان سے میرے لیے ایک نئی فراک مانگو۔''

''چھوٹی کو نئی فراک دو۔'' فوراً دانی بولا۔

لیکن کچھ نہیں ہوا! چھوٹی وہی پھٹی فراک پہنے کھڑی ہے۔ کہیں آس پاس بھی کوئی فراک دکھائی نہیں دی۔

''تو ٹھیک سے کہہ۔'' چھوٹی سمجھ رہی ہے۔ دانی نے شاید کہنے میں غلطی کی ہے۔ اُسے جوتوں کو حکم دینا چاہیے!

اس بار دانی نے حکم دیا جوتوں کو۔ ''فوراً چھوٹی کو نئی فراک دو۔''

پھر کچھ نہیں ہوا۔

''عجیب جادوئی جوتے ہیں!'' دونوں اُداس ہوگئے۔

دانی نے کہا ''ہوسکتا ہے یہ جادو سے کپڑے نہیں دے سکتے ہوں؟''

''ہمیں کھانا چاہیے۔'' انھیں بھوک لگ رہی ہے۔

لیکن کوئی کھانا نہیں آیا۔ اب انھیں یقین ہوگیا۔ یہ جادوئی جوتے صرف ہوا میں اڑنے کے لیے ہی ہیں!

کچرے کا پہاڑ جیسا ڈھیر ہے یہاں۔ سارے شہر کا کچرا پھینکا جاتا ہے۔ اُسی کچرے سے وہ اور کئی دوسرے بھی چیزیں چھانٹتے ہیں جنھیں کباڑی کو بیچ کر تھوڑے پیسے مل جاتے ہیں گزارے کے لیے۔

''نیچے زیادہ پلاسٹک نہیں ہے۔ میں کچرے کو اوپر سے لاتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے دانی نے جوتوں سے کہا ''مجھے کچرے کے اوپر لے چلو۔''

فوراً ہی جوتے لے اڑے دانی کو۔ اتنے اوپر چڑھ کر کوئی نہیں آتا ہے کچرے میں دب جانے کے ڈر سے۔

''یہاں بہت ساری پلاسٹک ہے۔''

دانی نے کچرے کے ڈھیر سے پلاسٹک چھانٹی۔ وہ اپنے کندھے پر پڑے بڑے سے تھیلے میں بھرتا جارہا ہے۔ جب اس کا، اور چھوٹی کا بھی، تھیلا بھر گیا تب دانی اڑتا ہوا نیچے آگیا۔

''چلو کباڑی کو بیچتے ہیں اور پھر کھانا خریدتے ہیں۔'' دانی اور چھوٹی کے ماں باپ نہیں ہیں۔ پھر انھیں کھانا کون کھلائے؟

دونوں خوش خوش کباڑی کے پاس پہنچے۔ دونوں تھیلے خوب بھرے دیکھ کر نذیر کباڑی بولا۔ ''آج تو بہت مال لائے ہو! اتنا زیادہ لاتے رہے تو امیر ہو جاؤ گے۔''

یہ کہتے ہوئے نذیر کباڑی ہنسنے لگا۔ کبھی وہ بھی اسی طرح کچرے کے ڈھیر سے چیزیں چھانٹ کر لاتا اور بیچتا تھا۔

بھلے ہی نذیر کباڑی مذاق کر رہا ہو۔ یہ بات دانی کی سمجھ میں آگئی۔

''چلو کچھ اچھا کھاتے ہیں۔'' دانی نے پہلی بار سموسے اور چاٹ خریدی۔ انھیں پتے چاٹ کر مزا نہیں آتا ہے۔

کھانا کھانے کے بعد جھونپڑپٹی آگئے جہاں دونوں

پلاسٹک کی چادر تان کر جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ سلکشنا تائی نے بانس لگا کر ان کی جھونپڑی بنا دی تھی۔ ورنہ کہیں دوکانوں کے برآمدے میں سوتے تھے!

صبح ہوئی۔ دانی نے کہا۔ ''دو اور تھیلے چلتے ہیں۔''

اب دو تھیلے دانی کے کندھوں سے لٹک رہے ہیں۔ بیچاری چھوٹی جتنی بڑی ہے اتنے ہی بڑے بڑے تھیلے لیے اس کے کندھوں پر بھی ہیں۔

''جوتے رکھ لیے ہیں؟'' چھوٹی نے یاد دلایا۔

دانی اپنے جوتے بھی تھیلے میں رکھ کر لاتا ہے۔ اُسے ڈر ہے کہ پہننے سے خراب ہو گئے۔ تو پھر کیا ہوگا؟

وہ ٹٹولتے ہوئے بولا ''جادوئی جوتے کیسے بھول سکتا ہوں؟ میں تو رات میں انھیں تکیہ کے نیچے رکھ کر سوتا ہوں۔''

کچرے کے میدان میں پہنچتے ہی چھوٹی نیچے تھیلے تھیلیاں کوڑے سے چھانٹنے لگی۔ دانی جوتے پہن کر اوپر اڑ گیا۔ وہ کچرے کے پہاڑ کی چوٹی پر ڈھیر میں سے پلاسٹک کی تھیلے تھیلیاں چھانٹ رہا ہے۔

ادھر کافی دنوں سے کچرے کا استعمال سرکاری طور پر ہونے لگا ہے۔ اسی لیے کچرے کے ڈھیر پر انھیں چیزیں چھانٹ کر لے جانے سے روکا جانے لگا ہے۔

''کیوں؟ کیا کرتے ہیں کچرے کا؟'' چھوٹی نے پوچھا۔

دانی یہ جانتا ہے۔ کچرے سے مٹی اور سڑی گلی کھانے پینے کی چیزیں الگ کر کے کھاد بناتے ہیں۔ کپڑے لتے اور لکڑی وغیرہ سے بجلی بنانے کا کام ہونے لگا ہے۔

''اب چیزیں کچرے سے چھانٹ کر کارخانے چل رہے ہیں۔'' اس نے چھوٹی کو بتایا۔

''پھر سے پلاسٹک، کاغذ، دھات بناتے ہیں۔''

بہت دکھ ہوا چھوٹی کو، لیکن وہ دونوں چوری چھپے ڈھیر سے پلاسٹک چھانٹ کر لے جاتے رہے۔

''کتنا اچھا ہو۔ اگر لوگ کوڑا چھانٹ کر رکھیں، اور اس کے الگ الگ ڈھیر ہوں!''

دانی کچرے کو کھنگالتے بڑبڑا رہا ہے۔ اسے اتنی چیزوں کے ڈھیر میں سے پلاسٹک چھانٹنے میں بہت وقت لگتا ہے، اور محنت بھی۔

''آدرش کالونی میں کوڑے کے لیے الگ الگ کوڑے دان ہیں۔ وہاں چھانٹ کر کوڑا پھینکتے ہیں۔'' ایک بار دانی نے آدرش کالونی سے کچرا لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ کوڑے دانوں سے چھانٹا ہوا کچرا انہی کے یہاں استعمال کرتے ہیں کھاد بنا کر۔

چھوٹی کہنے لگی۔ ''پھر کیا ہے؟ ہم لوگ ان کوڑے دانوں سے کچرا لے آئیں جن میں پلاسٹک اور ردی پھینکتے ہیں۔''

تب دانی نے بتایا ''وہ اسے دوبارہ استعمال کرنے کے لیے خود ہی انتظام کرتے ہیں۔''

بیچارا دانی، اور چھوٹی بھی، ملے جلے کچرے کو کھنگالنے میں جوجھتے رہتے ہیں۔

لیکن اب جادوئی جوتے ہیں دانی کے پاس۔ وہ ان جوتوں کی مدد سے اڑتے ہوئے کچرے کے پہاڑ پر پہنچ جاتا ہے۔ روزانہ کافی کچرا چھانٹ کر لاتا اور بیچتا ہے۔

''اگر لوگ بھی چھانٹ کر کوڑا پھینکیں تو کھاد اور دوبارہ نیا سامان بنانے میں کتنی آسانی ہو جائے!'' اب بھی دانی کہتا

رہتا ہے۔ وہ چھانٹنے میں جتنا وقت لگاتا ہے اتنے میں کتنے او رتھیلے بھر کر پلاسٹک جمع ہوجاتی ؟

چھوٹی کو یہ غم ہے ”یہ جادوئی جوتے ایک فراک بھی نہیں دے سکتے ؟“

ایک دن دانی ہاتھ میں پیکٹ پکڑے آیا۔ ”دیکھ تیرے لیے کیا خریدا ہے؟“ چھوٹی کی باچھیں کھل گئیں۔ ”نئی فراک“ وہ خوشی سے ناچنے لگی۔

یہ جادوئی جوتوں کا ہی کمال ہے۔ دانی اور چھوٹی اتنی زیادہ پلاسٹک چھانٹنے لگے ہیں۔ انھیں زیادہ کمائی ہونے لگی ہے۔ اب دونوں کو جادوئی جوتوں سے شکایت نہیں رہ گئی۔

”جادوئی جوتوں نے سکھا دیا ہے۔ محنت سے بڑا کوئی جادو نہیں!“ دانی بولا۔

لیکن سبھی کچرے کا سامان چھانٹ کر الگ الگ رکھیں، اور پھینکیں تو کتنی آسانی ہوجائے۔

”اور گندگی بھی نہیں پھیلے!“

جادوئی جوتے بولے اور غائب ہوگئے، کہیں اور یہی پیغام دینے کے لیے۔

■

Idris Siddiqui
40 Whiteleas Avenue
Scarborough, ON
M1B 1W7, CANADA
misiddiquitoronto@yahoo.com

جوابات

صبیحہ انور

طاقتور کون

جنگل میں سورج بس نکلنے ہی والا تھا۔ ننھی چڑیاں اپنے گھونسلوں سے منہ اٹھا اٹھا کر چوں چوں کرتی ہوئی دور ہوتے اندھیرے کو دیکھ رہی تھیں۔ کیڑے مکوڑے، اپنے بلوں میں انگڑائیاں لے رہے تھے، خرگوش ابھی جھاڑیوں سے باہر نہیں نکلے تھے، صبح کا ستارہ پلکیں جھپکا کر جنگل کے باسیوں کی کاہلی پر مسکرا رہا تھا۔

اچانک جنگل کے داہنے کنارے پر چیڑ اور ساگون کی ہری شاخوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑی کے نیچے والے کھوہ سے شیرو راجہ کی شرارت بھری آنکھیں چمکیں۔ اس کی آنکھوں سے نیند کے بجائے بے چینی ٹپک رہی تھی۔ اپنے اگلے پنجوں پر زور دے کر پہلے اس نے پورے جسم کو کھینچا، دونوں کان پھٹپھٹائے اور ایک چھوٹی سی چھلانگ لگا کر کھوہ سے باہر آ گیا۔

کل رات بھی سونے سے پہلے شیرو راجہ کے پتا جی مہاراجہ شیر ببر نے روز کی طرح اسے بتایا تھا کہ وہ آگے چل کر جنگل کا راجہ بنے گا، اونچی اونچی پہاڑیوں، مدھم سروں میں بہنے والی ندی اور چنگھاڑتے ہوئے جھرنوں پر ہی نہیں بلکہ دور دور تک پھیلے ہوئے اس جنگل پر اسی کا راج ہوگا۔ وہ پہاڑ جیسا ہاتھی ہو یا بجلی کی طرح چمکنے والا پھرتیلا ہرن ہو یا اونچے درختوں پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر کودنے والا بھالو ہو یا روئی کے گالے جیسا جھاڑیوں میں پھدکنے والا خرگوش ہو، سب اسی کے غلام ہیں اور ہمیشہ اسی کے حکم پر چلتے رہیں گے۔

اپنے پتا جی مہاراج ببر سنگھ کی سنائی کہانیوں اور باتوں میں سب سے زیادہ شیرو راجہ کو یہی بات پسند تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی وہ اپنے پتا جی کے ساتھ جنگل کی سیر کو نکلتا اسے بہت مزہ آتا، کیونکہ انھیں ٹہلتا دیکھ کر جنگل کا ہر جانور اپنی جگہ پر سمٹ جاتا۔ ہرن چوکڑیاں بھرنا بھول جاتے، مونچھوں پر چمکتی شہد کی بوندوں کے ساتھ ریچھ خاموشی سے ایک ڈال سے دوسری ڈال پر چلا جاتا۔

شیرو راجہ روز صبح اپنے پتا جی کے ساتھ جنگل کی سیر کو نکلتا مگر آج کی بات کچھ اور ہی تھی... اصل میں کل رات کو سونے سے پہلے جب شیرو اپنے پتا جی مہاراجہ ببر شیر سنگھ جی سے روز کی طرح نت نئے سوالات کر رہا تھا تو اس کے ایک سوال پر پتا

جی خاموش ہو گئے تھے۔ اس نے پوچھا تھا کہ وہ جنگل کا راجہ ہے یا پوری دنیا کا اور مہاراج کے جواب دینے سے پہلے پوچھا کہ اس دنیا کی سب سے بڑی طاقت کون سی ہے؟ اسے لگا تھا کہ اس کے سوال سن کر پتا جی کسی سوچ میں پڑ گئے۔ ان کی بڑی بڑی مونچھیں تھرتھرائیں اور انھوں نے اپنی پلکیں کئی بار جھپکائیں اور اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے بولے.....
''طاقتور تو میں ہی سب سے زیادہ ہوں..... مگر بیٹا..... تم جنگل میں کبھی اکیلے مت نکلنا..... اِدھر اُدھر مت گھومنا۔ جنگل کے راستوں کا تم کو پتہ نہیں ہے۔ کہیں راستہ بھول کر جنگل سے باہر نکل گئے تو غضب ہو جائے گا۔''

شیر کو نیند آ رہی تھی اس نے سر ہلا کر وعدہ کر لیا کیونکہ اچھے بچے اپنے پتا جی کا کہنا مانتے ہیں، مگر ساری رات اس کے دل میں ہنڈیا پکتی رہی کہ کیا جنگل کے باہر بھی کوئی دنیا ہے اور اگر ہے تو وہاں کا راجہ کون ہے اور کیا جنگل کے باہر کے لوگ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ ابھی سورج نکلا ہی تھا کہ دبے پاؤں اپنی کھوہ سے باہر آ گیا۔ آج اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔

ندی کے کنارے ہاتھی چاچا پانی سے کھیل رہے تھے اور نہا رہے تھے، ان کے شاندار جسم اور تلوار کی طرح چمکتے ہوئے دانتوں کو دل ہی دل میں سراہتے ہوئے شیرو نے ہاتھی سے پوچھا ''ہاتھی چاچا جنگل کے باہر کون رہتا ہے، کیا جنگل کے باہر کے لوگ ہم سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔''

جنگل کے باہر کا نام سنتے ہی پتہ نہیں کیوں ہاتھی چاچا کو کھانسی آ گئی اور ان کی سونڈ سے چھینٹیں نکل کر دور دور تک گریں۔ ارے بیٹا صبح صبح کیا بات کرتے ہو۔ جاؤ گھر جاؤ۔ جنگل کے باہر کا حال مت پوچھو بیٹا۔ ارے اگر مجھ کو پکڑ لیں تو میرے اوپر تو چڑھ کر ہی بیٹھ جائیں گے۔ جنگل کا جنگل مجھے اپنی پیٹھ پر ڈھونا پڑے'' اور یہ کہتے ہوئے وہ کچھ جھینپ سے گئے۔ شیرو کی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر یہ کیسے ممکن ہے، شیروان سے کچھ پوچھنے والا تھا مگر ہاتھی چاچا نہانا چھوڑ کر نہ جانے چپکے سے کدھر چلے گئے۔

اب تو شیرو راجہ کو اور بھی فکر ہوئی اور وہ سیدھا جھرنے کی طرف چل پڑا جس کے دونوں طرف جنگلی کھٹے میٹھے بیروں کی جھاڑیاں تھیں۔ یقیناً ریچھ ماما اس وقت وہیں ہوں گے اور وہ تھے بھی وہیں، مزے سے پانی میں پیر ڈالے ایک چٹان پر بیٹھے شہد کی مکھیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے کہ اچانک شیرو راجہ نے ان سے وہی سوال کیا جو ہاتھی چاچا سے کیا تھا۔ ریچھ ماما بھی سوال سن کر کچھ سٹ پٹا گئے اور مٹی میں دبے بیروں کو ہوا میں اچھالتے ہوئے بولے ''جنگل سے باہر تو بیٹا آدمیوں کی دنیا ہے۔ ان سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں۔ میں تو ان سے بہت ڈرتا ہوں۔ کون اپنی ناک میں چھید کروائے اور ڈگڈگی کی تال پر گلی گلی ناچتا پھرے۔ سچ بیٹا جب ان آدمیوں کے بچے تالیاں بجاتے ہیں تو آنکھوں میں شرم کے مارے آنسو آ جاتے ہیں۔ بیٹا جنگل سے باہر کی تو تم بات بھی نہ کرو۔''

ریچھ ماما کو شیرو بہت بہادر سمجھتا تھا، ان کے منہ سے بے بسی کی باتیں سن کر شیرو کو بہت دکھ ہوا۔ بھاری من کے ساتھ اداس شیرو آگے چل پڑا۔ سوچ رہا تھا کہ کس طرح جنگل کے باہر رہنے والوں سے اس بے عزتی کا بدلہ لیا جائے۔ آخر وہ کون ہے جس کا نام آدمی ہے؟ وہ کتنا لمبا چوڑا ہوگا کہ ہاتھی

اس سے ڈرتا ہے اور کتنا پھرتیلا ہے کہ ریچھ ماما بھی اس کے نام پر اداس ہو گئے تھے۔ آج جنگل کے آدمی نے اس کے غرور کو چوٹ لگائی تھی۔

شیرو اپنے دھیان میں ڈوبا چلا جا رہا تھا کہ سامنے سے جنگلی گھوڑا آتا دکھائی دیا۔ اپنی اونچی پیٹھ اور چمکتی ہوئی لمبی دم کے ساتھ صبح کی دھوپ میں راج کمار معلوم ہو رہا تھا۔ شیرو نے غصے سے ڈپٹ کر پوچھا ''کیا تم کبھی جنگل سے باہر گئے ہو؟ جنگل سے باہر رہنے والے آدمی کو کبھی دیکھا ہے؟''

گھوڑے نے چونک کر شیرو راجہ کو دیکھا..... گھوڑے کی باتیں سن کر شیرو راجہ مارے غصے کے غرانے لگے۔ ان کے منہ سے تھوک اڑنے لگا۔ انھیں لگا جیسے کسی نے ان کا راج پاٹ چھین لیا ہو۔ اس کے علاوہ کوئی اور بھی راجہ ہو سکتا ہے۔ یہ اسے آج ہی پتہ چلا۔ انھیں فکروں میں ڈوبا ہوا وہ ہرے بھرے راستوں پر چل پڑا، اسے دھیان ہی نہ رہا کہ وہ کتنی دور نکل آیا ہے اور دن کتنا چڑھ گیا ہے۔ پہاڑی کے نیچے بہنے والی ندی اور اونچے اونچے پیڑ بہت پیچھے رہ گئے ہیں کہ اچانک اس کی نظر سامنے میدان میں کھڑی ایک عجیب سی مخلوق پر پڑی۔ عجیب مٹ میلا اور کمزور سا جاندار تھا۔ شیرو تو اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں..... مگر اس کے اردگرد بڑی بڑی کچھ ایسی چیزیں تھیں جو پہاڑوں، جھاڑیوں اور ٹیلوں سے قطعی مختلف تھیں۔ اس کے قریب ہی ایک جھاڑی میں کھوہ نما چیز بھی تھی۔ صاف ستھری۔ اسے دیکھنے کے لیے شیرو راجہ وہیں رک گیا۔ شیرو راجہ کو اس کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کر بڑا اچھا لگا۔ آخر وہ جنگل کا ہونے والا راجہ اور ببر شیر سنگھ جی مہاراج کا بیٹا ہے..... ''کیا تم جنگل سے باہر گئے ہو؟ کیا جنگل سے باہر کے جاندار ہم سے زیادہ طاقتور ہیں؟'' اس نے کڑک کر پوچھا۔ شیرو کی چنگھاڑ سن کر اس جاندار نے ہاتھ میں تھامی ہوئی چیز اور مضبوطی سے پکڑلی اور ہاتھ سے اسے جالی دار کھوہ میں جانے کا اشارہ کیا..... تھکے ہوئے شیرو راجہ نے ایک پل کو کچھ سوچا پھر اسے ڈرے ہوئے جاندار پر ترس آ گیا..... آخر تھوڑی دیر آرام کر لینے میں حرج ہی کیا ہے اور وہ خیالوں میں ڈوبا ہوا جھکے قدموں سے اس جالی دار کھوہ میں داخل ہوا ہی تھا کہ اچانک ایک زوردار آواز سے کھوہ کا دروازہ بند ہو گیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی وہ کمزور سا جاندار، ایک چیخ مار کر خوشی سے ناچنے لگا۔ اس کی خوشی بھری چیخ سن کر شیرو راجہ کا دل دھک سے رہ گیا کہ ہو نہ ہو یہی وہ جنگل کے باہر کی مخلوق ہے۔ ایک ایک کر کے اسے سب کی باتیں یاد آنے لگیں، یقیناً یہی وہ دبلا پتلا، کمزور سا جاندار آدمی ہے، وہ غصے کے مارے جالی دار کھوہ کے اندر چکر کاٹنے لگا۔ منہ سے نکلے جھاگ کی بوندیں اس کی چھوٹی چھوٹی مونچھوں پر رکی ہوئی تھیں۔

اسی وقت جنگل کے باہر رہنے والے آدمی اور اس کے ساتھی بھی کہیں سے نکل آئے۔ وہ سب خوشی کے مارے پنجرے کے چاروں طرف اچھل کود رہے تھے۔

ذرا سی دیر میں شیرو راجہ اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت عقل کی طاقت ہوتی ہے۔ جس کے پاس عقل ہے وہی سب پر راج کرتا ہے۔

■

Sabeeha Anwar
Nami Press Building
Nakhkhas
Lucknow - 3 (UP)

اقبال برکی

ایمانداری کا انعام

"Impossible officer, impossible" ہمارے اسکول کے کسی طالب علم کے خلاف چوری کی شکایت، ناممکن!'' ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے پولس آفیسر سے کہا۔

''سر! آپ یہ نہ کہیے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ مجرم کسی بھی جگہ اور کسی بھی عمر کا ہوسکتا ہے۔'' آفیسر نے کہا۔

''ہوگا..... مگر انجمن میں ایسا نہیں ہوسکتا، خیر آپ کی شکایت کیا ہے؟'' ہیڈ ماسٹر صاحب نے آفیسر سے پوچھا۔

''آپ کے اسکول کے ایک بچے نے شہر کے ایک بڑے آدمی کا موبائل فون چوری کیا ہے۔ اس کی ماں ان کے گھر کام کرنے جاتی ہے۔''

''موبائل چوری کیا ہے؟.....'' ہیڈ ماسٹر صاحب کے لہجے میں حیرت سے زیادہ فکرمندی تھی۔ کچھ دیر ٹھہر کر وہ پھر بولے،''مو..... مو..... با..... ئل..... چوری کیا ہے؟.....''

''ہاں موبائل اور کچھ پیسے بھی.....'' آفیسر کا جواب تھا۔

''اوں ہوں... ذرا ٹھہریے.....'' کہتے کہتے ہیڈ ماسٹر صاحب کھڑے ہوگئے۔ پھر وہ اپنے بائیں بازو والی الماری کی طرف گھوم گئے، اس کا تالا کھولا اور اس میں سے ایک بڑا سا لفافہ نکالتے ہوئے دوبارہ اپنی کرسی پر آبیٹھے۔ ایک بار لفافے کو انھوں نے الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر اسے میز پر سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے پولس آفیسر کی جانب کھسکا دیا اور بولے،

''غالباً تین روز قبل یہ موبائل اور ایک پرس ایک بچے نے لا کر دیا تھا... وہ کہہ رہا تھا کہ یہ چیزیں اسے کینٹین میں ملی تھیں۔ دیکھیے کہیں یہی تو نہیں ہیں.....''

''سر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو کسی اور کا بھی ہوسکتا ہے۔'' پولس آفیسر نے لفافہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ پہلے تو اس نے لفافے کو اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا پھر آخر اس میں سے موبائل اور دیگر چیزیں نکال لیں۔ موبائل کے ساتھ ایک

1

خوبصورت اور قیمتی پرس بھی تھا۔ آفیسر نے دیکھا اس میں کچھ روپے رکھے ہوئے ہیں اور تصویر کی جگہ ایک چھوٹے سے بچے کی تصویر لگی ہوئی ہے۔ پرس رکھ کر اس نے موبائل آن کرنے کی کوشش کی لیکن اسے مایوسی ہوئی کیونکہ اس کی بیٹری ڈاؤن ہوچکی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر ہیڈ ماسٹر صاحب کی جانب دیکھا اور بولا، ''شاید بیٹری ڈاؤن ہوگئی ہے۔'' کہتے کہتے اس نے موبائل نیچے ٹیبل پر رکھ دیا اور دوبارہ پھر پرس اٹھا لیا۔ وہ ایک بار پھر اسے توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اس میں سے ایک کارڈ کھینچ کر باہر نکال لیا۔ کارڈ پر نظر پڑتے ہی اس کے منہ سے نکلا ''اوہ..... ناممکن..... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟.....''

''کیوں کیا ہوا....؟'' ہیڈ ماسٹر صاحب بھی اس کے اس جملے سے چونک پڑے تھے۔

پولس آفیسر نے کہا ''سر حیرت کی بات ہے یہ پرس تو ان کا ہی ہے۔ یہ دیکھیے یہ کارڈ ان کا ہی ہے۔'' اس نے کارڈ ہیڈ ماسٹر صاحب کی جانب بڑھا دیا۔

کارڈ پر نظر پڑتے ہی ہیڈ ماسٹر صاحب بھی چونک پڑے۔ وہ بولے، ''ارے یہ تو شہر کے مشہور بزنس مین اور کاروباری سیٹھ تاج الدین صاحب کا کارڈ ہے!... ہاں یہ ان کا ہی ہوسکتا ہے... کیونکہ ابھی ایک دو تین دن قبل وہ ہمارے اسکول میں تشریف لائے تھے۔ ہمارے یہاں پرائز ڈسٹریبوشن کا فنکشن بھی بڑا لاجواب ہوتا ہے، اور تاج الدین صاحب اس دن ہمارے چیف گیسٹ تھے۔''

''مگر انھوں نے شکایت درج کروائی ہے کہ یہ فون ان کے گھر سے چوری ہوا ہے..... اور..... اور آپ کہتے ہیں کہ..... خیر میں انھیں بلواتا ہوں..... ایک دوسرا کانٹیکٹ نمبر دیا ہے انھوں نے.....'' کہتے ہوئے اس نے اپنے موبائل سے سیٹھ تاج الدین صاحب کو فون لگا دیا۔ کچھ دیر فون کان سے لگائے رکھنے کے بعد وہ بولا، ''تاج الدین صاحب، میں انسپکٹر امتیاز صدیقی بول رہا ہوں۔ آپ ذرا دیر کے لیے انجمن ہائی اسکول میں تشریف لائیے..... ابھی...ہاں ہاں...بالکل ابھی..... اچھا... اچھا میں انتظار کر رہا ہوں..... آپ آیئے... اوکے۔'' کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

آفیسر کے فون بند کرتے ہی ایک چپراسی اندر آیا۔ اس نے پانی کا گلاس ان کے سامنے رکھ دیا اور واپس چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایک ٹرے میں چائے کے دو کپ لے کر وہ پھر اندر آیا، خاموشی اور ادب سے دونوں کے سامنے چائے کے کپ رکھ کر باہر نکل گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے آفیسر کو چائے پینے کا اشارہ کیا اور خود اپنا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

ابھی دونوں کی چائے ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ سیٹھ تاج الدین کی کار اسکول کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ سیٹھ صاحب گاڑی سے نکل کر ہیڈ ماسٹر صاحب کے آفس کی طرف بڑھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے گاڑی دیکھ لی تھی۔ وہ اٹھ کر باہر آئے اور ان کا استقبال کرتے ہوئے انھیں آفس میں لے کر دوبارہ داخل ہوئے۔ ان کو دیکھ کر آفیسر بھی کھڑا ہوگیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے اشارے کے بعد وہ پھر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی آفیسر نے فون تاج الدین صاحب کی جانب کھسکاتے ہوئے کہا، ''دیکھیے کیا یہ فون آپ ہی کا ہے؟''

''ہاں یہ میرا ہی موبائل ہے اور یہ پرس بھی میرا ہے۔ مگر

کہانی

یہ آپ کو ملا کہاں سے.....؟''

اس سے پہلے کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کچھ کہتے آفیسر بول پڑا،''سر کا کہنا ہے کہ ایک بچے نے کینٹین سے یہ چیزیں لا کر انھیں دی تھیں.....''

''اوہ غضب خدا کا..... میں بھی کیسا بھلکڑ ہو گیا ہوں۔'' سیٹھ صاحب اپنے ماتھے پر اپنی دائیں ہتھیلی سے تھپکی دیتے ہوئے بولے''ہاں اس روز میں کینٹین میں بھی گیا تھا اور اب یاد آیا میں نے ایک فون بھی ریسیو کیا تھا لیکن وہاں سے نکل کر میں سیدھا فنکشن ہال میں چلا آیا اور فنکشن بھی ایسا دلچسپ تھا کہ مجھے کچھ یاد ہی نہیں رہا اور میں.....'' اتنا کہہ کر وہ جلدی جلدی اپنی گردن ہلانے لگے۔ کچھ دیر بعد بولے،''آفیسر، ویری ساری..... مگر جناب میں اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں جس نے یہ چیزیں آپ کو لا کر دی تھیں۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں! یہ اس لفافے پر اس کا نام اور کلاس لکھا ہوا ہے۔'' کہتے کہتے انھوں نے گھنٹی بجائی۔ چپراسی اندر داخل ہو کر خاموشی سے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

''ساتویں جماعت میں کاشف عمر ہے، رول نمبر 19، بلا لو۔'' چپراسی آیا تو اس کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی۔ اس نے چائے سیٹھ صاحب کے سامنے رکھی اور جاتے جاتے پہلے سے رکھے ہوئے کپ لیتا گیا۔ اس کے جاتے ہی انھوں نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،''مگر یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ وہ نہیں لاتا تو کوئی اور بچہ لے آتا۔ یہاں کا فلسفہ ہے کہ نیکی علم ہے اور یہی یہاں سکھایا جاتا ہے۔''

کچھ ہی دیر بعد کاشف عمر دروازے پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسے دیکھا اور کہا،''یس کم ان!''

کاشف عمر اندر داخل ہو کر ایک طرف ادب سے کھڑا ہو گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس سے پوچھا،''یہ پرس اور موبائل تم نے لا کر دیا تھا نا؟''

''جی سر۔'' کاشف عمر کا مختصر سا جواب تھا۔

''کہاں ملا تھا تمھیں؟'' ہیڈ ماسٹر صاحب نے پوچھا۔

''جی سر کینٹین میں، چھوٹی دیوار کے اوپر رکھا ہوا تھا۔''

"اچھا ٹھیک ہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔"

"تھینک یو سر!" کہہ کر کاشف عمر چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی تاج الدین سیٹھ صاحب بولے، "کیسی غلطی ہوگئی مجھ سے۔ ابھی کتنا بڑا ظلم ہو جاتا!"

"میں سمجھا نہیں۔" آفیسر نے کہا۔

تاج الدین سیٹھ جواب دینے کی بجائے الٹا آفیسر سے سوال کر بیٹھے، "ہاں جناب! آپ نے کوئی کارروائی تو نہیں کی؟"

"جی ابھی تک تو نہیں کی۔ صرف اس خیال سے کہ وہ اس اسکول کا طالب علم ہے، اس لیے مناسب سمجھا کہ پہلے ہیڈ ماسٹر صاحب کو مطلع کردوں، اس لیے یہاں چلا آیا۔" آفیسر نے وضاحت کی۔

"بس بس چلو اچھا ہوا۔ میں اپنی شکایت واپس لیتا ہوں۔ میں نے اس لڑکے کے خلاف شکایت کی تھی وہ بھی صرف شک کی بنیاد پر۔ کیسا ظلم ہو جاتا ابھی!"

"اور.... ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس نے چوری کی ہو لیکن بعد میں گھبرا گیا اور اپنا جرم چھپانے کے لیے اس نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو فون لا کر دے دیا.... ایسا ہوتا ہے....."

"آفیسر آپ غلطی پر ہیں۔ یہاں ایسا نہیں ہوتا۔" ہیڈ ماسٹر صاحب کے لہجے میں حد درجہ اعتماد تھا۔

"ہاں یہاں ایسا نہیں ہوتا آفیسر۔ میں خود بھی اسی اسکول کا طالب علم رہا ہوں اور ہاں مجھے اچھی طرح یاد آگیا کہ کینٹین کی چھوٹی دیوار پر ہی میں نے فون رکھا تھا اور بھول گیا اور اس بھولنے کی وجہ سے خواہ مخواہ آپ کو تکلیف دے دی۔" تاج الدین صاحب بولے۔ پھر کچھ دیر بعد وہ ہیڈ ماسٹر صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ بولے، "جناب یہ لڑکا... اسے میں اچھی طرح جانتا ہوں... یہ بہت غریب ہے۔ اس کی ماں میرے ہاں کام کرتی ہے۔ اپنی بیوی کے بہکاوے میں آکر میں نے ان کی شکایت کی تھی۔ خیر یہ پانچ سو روپے آپ رکھیے۔ یہ اس کی ایمانداری کا انعام ہے... اور ہاں ایک درخواست بھی کہ یہ بچہ جب تک یہاں رہے اس کے سارے اخراجات میرے ذمے رہیں گے لیکن خدارا نہ اس بچے کو نہ اس کی والدہ کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ دونوں غریب ضرور ہیں لیکن حد سے زیادہ خوددار بھی ہیں۔ لڑکا یتیم ہے مگر دونوں بہت محنت کرتے ہیں۔ اچھا بس اجازت دیجیے۔" کہتے ہوئے وہ کھڑے ہوگئے۔ ان کے ساتھ ہی پولس آفیسر بھی اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں ہیڈ ماسٹر صاحب سے ہاتھ ملاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

■

Dr. Iqbal Berki
155, MHADA, Noor Bagh
Malegaon - 423203
Distt: Nasik (Maharashtra)

جوابات

اردو زبان کا جادو

(7) ھ چکر

پ ت ج د ڈ

ک گ ب ٹ چ

ساتویں قسط

اردو زبان کا جادو

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' آپ سب کا اپنا رسالہ ہے۔ ہماری کوشش رہتی ہے کہ رسالے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد تحریریں شائع کی جائیں۔ اِس رسالے کی اشاعت کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زبان اردو کو فروغ دیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس زبان کو سیکھیں۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے اگر اس میں کھیل اور مزے کو شامل کرلیا جائے تو سیکھنے میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ ہم اردو زبان کے لسانی کھیلوں پر مشتمل ایک سلسلہ دے رہے ہیں جو قومی اردو کونسل سے شائع کتاب 'اردو زبان کا جادو' سے لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب اس سلسلے کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

اِس ذہنی آزمائش کے جوابات اِسی شمارے میں آپ کو مل جائیں گے۔

(7) ھ چکر

مقصد : ہکاری حروف کی پہچان

ہدایت : دائرے کے بیچوں وبیچ دوچشمی ہے (ھ) دی گئی ہے اور دائرے پر چند حروف دیے گئے ہیں۔ دوچشمی ہے (ھ) کو چند حروف کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے اور چند کے ساتھ نہیں۔ ھ کے ساتھ ملائے جاسکنے والے حروف کو الگ سے لکھیے:

کھلاڑی:1 وقت:2 منٹ نمبر: ہر صحیح حرف کے لیے 1

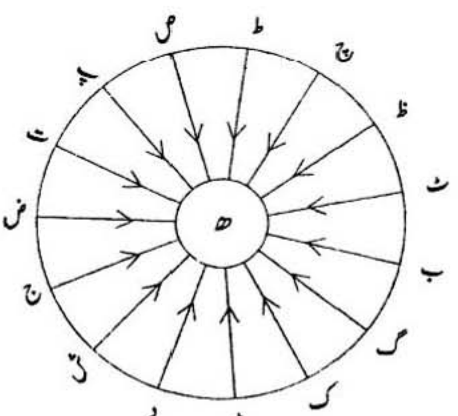

پہلی قسط

انسانیت

مصنف: انیس اعظمی

مصور: فجرالدین

ISBN: 978-93-87510-53-1

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون ایف سی 33/9،
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

NCPUL
New Delhi

₹ 25/-

اِنسانیت

کردار:

-1 فادر۔ عمر پچاس سال، اسکول کا نِگراں

-2 نن ایک۔ مارگریٹ، عمر تیس۔ بتیس سال، اسکول کی ٹیچر

-3 نَن دو۔ نینسی، عمر اٹھائیس۔ تیس سال، اسکول کی ٹیچر

-4 نَن تین۔ میری، عمر اٹھائیس۔ تیس سال، اسکول کی ٹیچر

-5 فوجی ڈاکٹر۔ فوجی لباس میں، عمر پینتیس۔ چالیس کے درمیان

-6 فوجی نرس ایک، عمر تیس بتیس

-7 فوجی نرس دو، عمر چوبیس پچیس

-8 نرس شہری اسپتال، عمر چالیس۔ بیالیس سال۔

-9 پانچ قبائلی مرد۔ تین قبائلی عورتیں، اسکول کے تیس۔ پینتیس بچّے

دور تک پھیلے گھنے جنگل میں قبائلیوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں جن کے قریب ایک مشنری اسکول۔ اسکول کی عمارت کے نام پر گھاس اور پتیوں سے بنے چھپّر، چھپروں کے نیچے چبوترے نما کچّی زمینوں پر مختلف کلاسوں کی شکل میں بچّے بیٹھے ہیں۔ بچّے اپنے میلے اور مختصر کپڑوں میں ہیں یعنی کوئی یونیفارم نہیں ہے۔ جبکہ انھیں پڑھانے والی ننز اور معائنہ کرتے فادر اپنے مخصوص روایتی

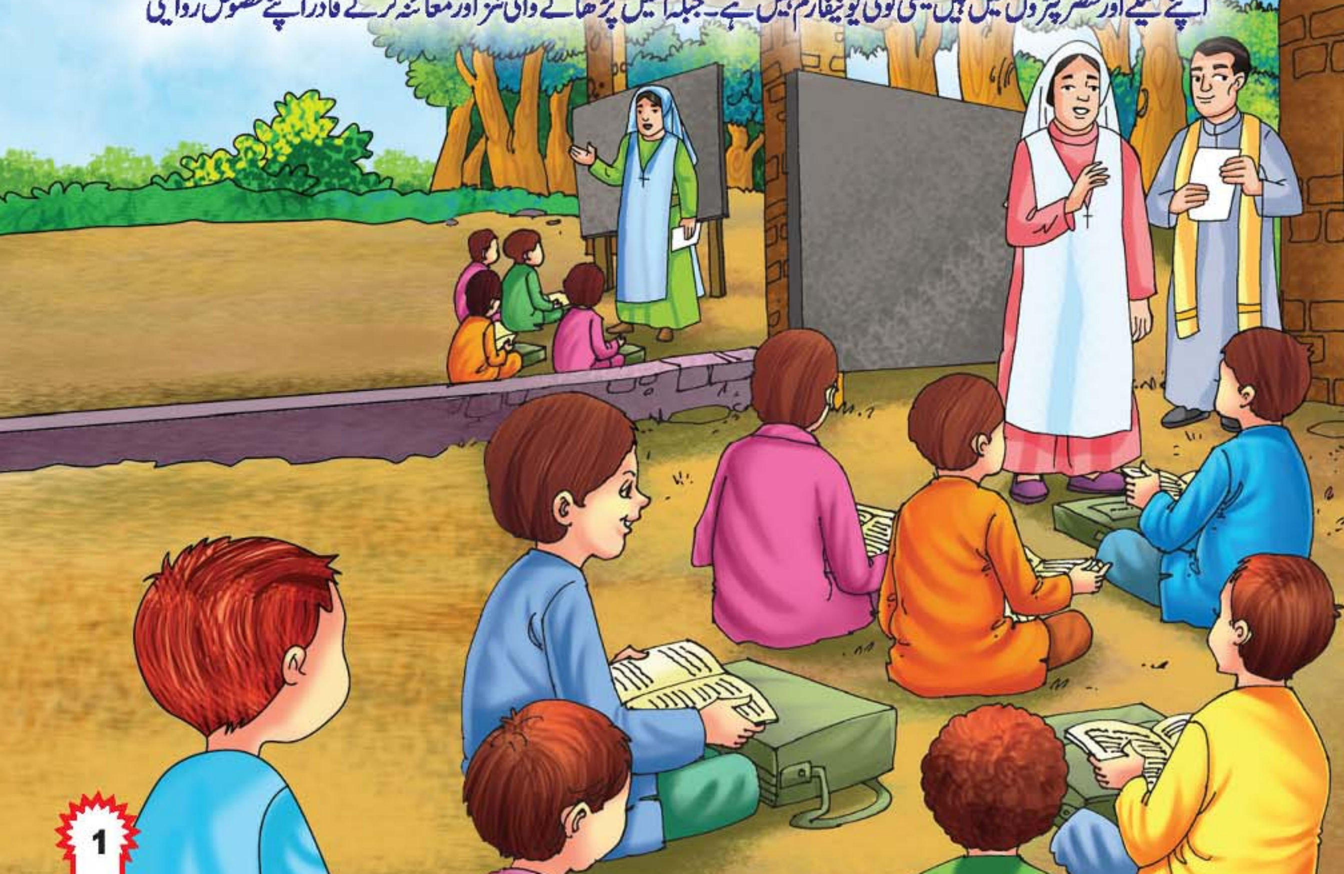

لباس میں نظر آرہے ہیں۔ یہ ڈراما سنہ 75-1970 کے دور کی عکاسی کرتا ہے۔ آڈیٹوریم کی لائٹ بجھتے ہی اسٹیج پر اسکول نظر آتا ہے جس کی ایک دیوار پر انگریزی اور بنگلا میں ''مشنری پرائمری اسکول'' لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک کلاس کے باہر کھڑی نن (ٹیچر) بچوں کو بلند آواز میں ''بابا بلیک شیپ'' گا گا کر یاد کرا رہی ہے۔ دوسری کلاس میں ایک اور نن (ٹیچر) بچوں کو ٹھہر ٹھہر کر کچھ سمجھا رہی ہے۔ فادر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور معائنہ کرتے ہوئے ایک سمت سے دوسری سمت نکل جاتے ہیں۔ تبھی اچانک بم پھٹنے کی زوردار آواز کے ساتھ ہر طرف دھواں پھیل جاتا ہے۔ ہر سمت سے چیخ پکار کی آوازیں، دہشت بھری چیخوں کے علاوہ اِدھر اُدھر سے سسکنے اور کراہنے کی بھی ملی جلی آوازیں سنائی پڑتی ہیں۔ نن بچوں کی مدد کے لیے دوڑ رہی ہیں۔ تبھی دوڑتا ہوا فادر وہاں آتا ہے اور سہمی ہوئی نن (میری) سے پوچھتا ہے۔

فادر : سسٹر میری، اِدر تو سب بچہ لوگ ٹھیک ہے نا؟ کوئی Casualty تو نہیں ہوا؟

میری : یہ دھما کا کیسا تھا فادر؟...... ایسا لگا، جیسا بجلی گرا ہو۔

فادر : بجلی تو نہیں گرا سسٹر، امارا اسکول میں Terrorist نے بم پھیکا۔ پیچھے والا کلاس میں سسٹر بریگینزا کو بہت انجری آیا، اور ان کا کلاس کا دو بچہ تو پورا گھائل ہو گیا۔ آج اُمارا اسکول میں...... بہت بُرا بات ہو گیا ہے۔ (تبھی دو نن، مارگریٹ اور نینسی وہاں دوڑتی ہوئی آتی ہیں اور خوف سے چیختی ہوئیں فادر سے کہتی ہیں)

نینسی : او جیسس.......... سیو اُس

مارگریٹ : اولارڈ.......... مَرسی، مَرسی

فادر : سسٹر نینسی، سسٹر مارگریٹ، آپ کا کلاس کا سب بچہ لوگ ٹھیک ہے نا؟

نینسی : یَس فادر۔ سب بچّہ ڈرا ہوا ہے۔ کچھ کا تو............

مارگریٹ : بٹ فادر............ اِدر سب بچّہ لوگ اتنا ڈر گیا ہے کہ............ بس سب روتا جا رہا ہے۔

فادر : پلیز اپنی کلاس میں جائیں اینڈ ٹیک کیئر، میں سسٹر برگیتزا کی کلاس میں جاتا، پریشانی اِس بات کا ہے کہ اِدر جنگل میں میڈیکل ایڈ کیَسا ملے گا۔

مارگریٹ : ملے گا فادر۔ شہر میں کلکٹر صاحب کو اِدر سے وائرلیس فون کرنے کا، اور بولنے کا............ بم دھماکہ کا نیوز ان کو ملے گا تو میڈیکل ایڈ ہم کو ملے گا............ فادر ان کو جلدی فون کرنے کا۔

نینسی : یَس فادر، شہر اِدر سے چوبیس، پچّیس کلومیٹر پر ہے۔ ان کو نیوز ملے گا تو اِدر اَم کو مدد ملے گا۔

فادر : (بدحواسی میں) ہاں ہاں میں وہی کرنے کا واسطے جاتا۔ وائرلیس فون تو ہمیشہ خراب ہوتا............ آپ لوگ اِدر بچّہ لوگ کا دھیان رکھّو۔ میں آفس میں جا کے وائرلیس کرتا۔

(دھماکے کی آواز سن کر جنگل میں آباد آس پاس کے گاؤں کے لوگ شور مچاتے اسکول کی طرف بھاگتے چلے آ رہے ہیں، غالباً وہ بچوں کے والدین ہیں۔ کچھ قبائلیوں نے چارپائیاں اٹھا رکھّی ہیں تاکہ زخمیوں کو اُٹھا کر لے جا سکیں)

قبائلی 1 : ارے اِس کو دیکھو لگتا ہے گہری چوٹ لگی ہے۔

قبائلی 2 : اِس کو نہیں اُس کو دیکھو............ کتنا خون بہہ چکا ہے............ اٹھاؤ جلدی۔

قبائلی عورت : (ایک بے سُدھ پڑی بچّی کے قریب جا کر) ارے کوئی میری مدد کرو، دیکھو میری بچّی جھکم کھا کر بے ہوش ہو گئی............ ارے کوئی میری مدد کرو

(تبھی دوڑتا ہوا فادر اسٹیج پر آتا ہے اور قبائلیوں کو سمجھاتے ہوئے کہتا ہے)

جاری......

پہلی قسط

اَدِتّیہ

سمندری لڑکا

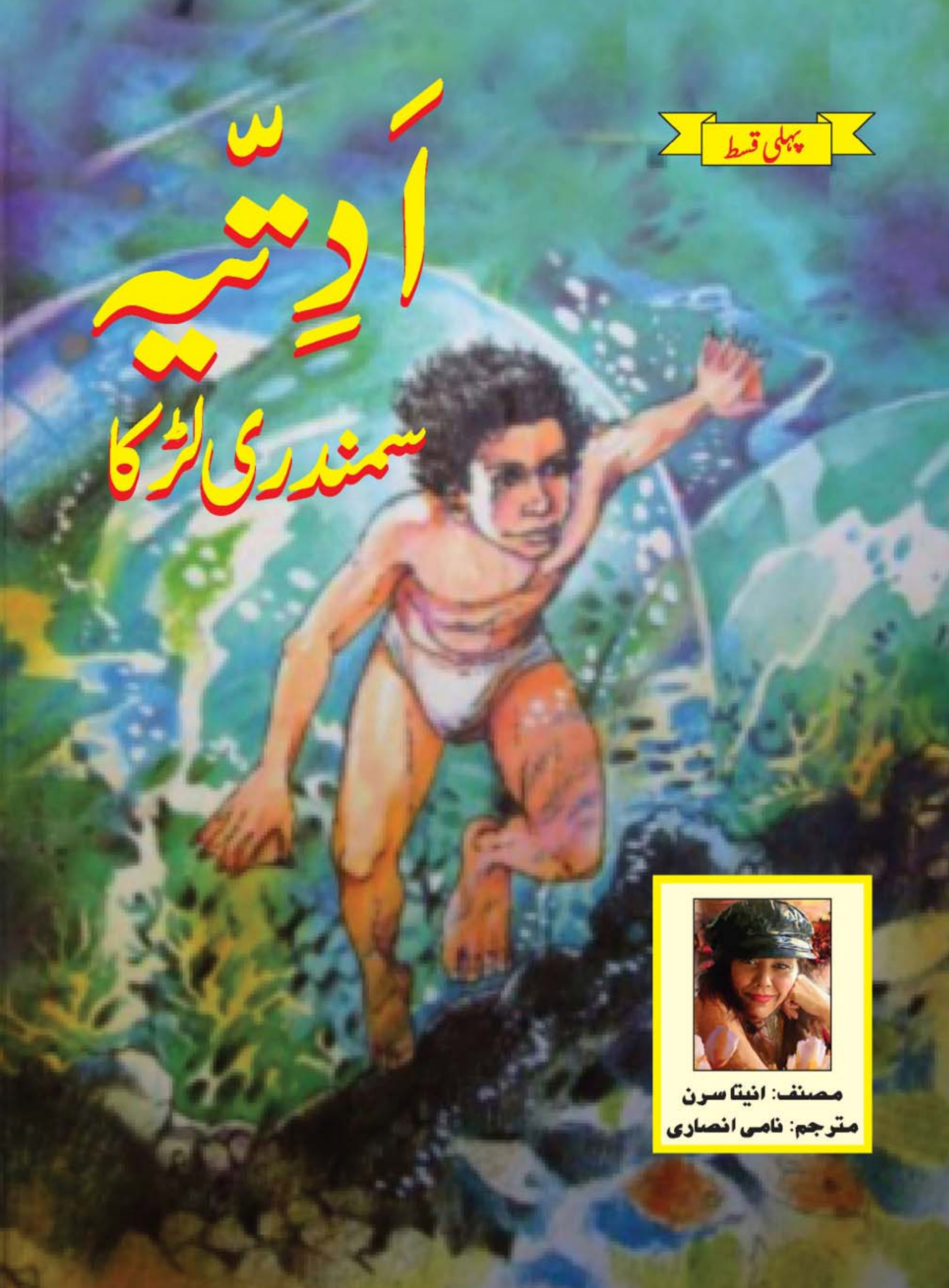

مصنف: انیتا سرن

مترجم: نامی انصاری

آپ سب نے قصہ حاتم طائی، شہر میں جنگل، الٹا درخت اور بے زبان ساتھی جیسے سلسلوں کو بہت پسندکیا ہے۔ ہماری کوشش رہتی ہے کہ ہم ایسی تخلیقات پیش کریں جن میں آپ کے لیے نئی معلومات ہو اور آپ زندگی میں کچھ بہتر کرنے کی کوشش کریں۔ اِس ماہ سے ہم انیتا سرن کی لکھی ایک نئی دلچسپ داستان Aditya-The Underwater Boy کا آغاز کررہے ہیں جس کا اردو ترجمہ نامی انصاری نے کیا ہے۔ اس میں آپ کو سمندر کی خوبصورت دنیا دیکھنے کو ملے گی اور نئی نئی جانکاری بھی حاصل ہوگی۔ ’بچوں کی دنیا‘ کے اِس نئے سلسلے کو یقینا آپ سب پسند کریں گے۔

(ادارہ)

ایک سائنسی کرشمہ

کمل کے پھولوں سے ڈھکے ہوئے تالاب سے ایک جِھلّی بھرا ہاتھ باہر نکلا، پھر ایک سر۔ اَدِتیہ اچھل کر تالاب سے باہر آگیا۔ اس کے سینے اور پیٹ کا رنگ، اس کی پیٹھ کے براؤن رنگ سے زیادہ پھیکا تھا۔ وہ اپنے لمبے لمبے جھلی بھرے پیروں سے دھپ دھپ چلتا ہوا، اس بزرگ آدمی کے پاس پہنچ گیا جو اپنے بہت بڑے مکان کے پورچ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

’’لنچ کے لیے کیا ملے گا؟‘‘ ادتیہ نے پوچھا۔ پروفیسر سین اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔

’’تمھاری پسند کی چیز، گھونگھا۔‘‘ ’’میرا خیال ہے کہ تم باغ سے زیادہ تالاب میں رہنا پسند کرتے ہو!‘‘ ’’بیشک! تالاب کے اندر کا حصہ بڑا دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔‘‘ ادتیہ نے جواب دیا۔

’’چکنے پتھر کے ٹکڑے، نازک پودے اور چھوٹی چھوٹی چمکیلی مچھلیاں۔‘‘ ادتیہ کرسی کھینچ کر پروفیسر کے سامنے بیٹھ گیا۔

’’سمندر کے اندر کی دنیا کو تم اور زیادہ دل چسپ پاؤ گے۔‘‘ ’’مگر یہ بات تو آپ بار بار کہہ چکے ہیں۔‘‘ گھونگھے کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے ادتیہ نے جواب دیا۔

’’یہ سچ ہے کہ سمندروں کے اندر بڑی انوکھی چیزیں ہوتی ہیں، بعض چیزوں کی تو اب تک کھوج بھی نہیں لگائی جاسکی ہے۔ مثلاً جَل پری اور بہتے ہوئے جزیرے۔

میرے بیٹے! تم اس بات کا یقین کرو کہ سمندر کی تہہ کی دنیا، ہماری اس دنیا سے بہت زیادہ خوب صورت اور انوکھی ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پاس اتنا لمبا چوڑا مکان ہے۔ زیادہ تر لوگوں کے پاس تو کھلی ہوئی زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تک نہیں ہے۔‘‘ ’’پاپا! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں جب آپ کے ساتھ باہر گیا تھا تو وہاں میں نے پیڑوں سے کہیں زیادہ مکانات دیکھے تھے۔‘‘

تھوڑی دیر میں دونوں نے اپنا لنچ ختم کرلیا تو حیاتیاتی سائنس داں پروفیسر سین نے ادتیہ سے پوچھا ’’کیا تم سمندر میں رہنا پسند کرو گے؟‘‘ ’’کیا آپ بھی میرے ساتھ وہاں

رہیں گے؟" ادتیہ نے جواب دیا۔

پروفیسر نے اپنی ناک پر چشمہ ٹھیک کیا اور بولے "کاش میں تمھارے ساتھ سمندر کی تہہ میں رہ سکتا، لیکن میں تو وہاں پانچ منٹ بھی نہیں رک سکتا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ "آپ مجھے یہاں سے بھگانا چاہتے ہیں!"

"بھگانا تو نہیں چاہتا، لیکن تمھارا اصلی گھر سمندر ہی میں ہے۔ تم ایک خاص قسم کے لڑکے ہو۔ صرف تم ڈولفن (مچھلی) سے گفتگو کر سکتے ہو اور اس انوکھے ماحول میں رہ سکتے ہو۔ وہاں تمھیں بہت سے دوست ملیں گے۔ میرے ساتھ ایسی جگہ رہنے سے کیا فائدہ جہاں تم آزادی سے باہر کی دنیا میں گھوم پھر بھی نہیں سکتے۔ تم نے میرے ساتھ پندرہ سال گزارے ہیں۔ کیا تم کو ایک نئی اور انوکھی دنیا دیکھنے کا شوق نہیں ہے؟"

"لیکن انسان آخر اس شخص کو کیوں نہیں سمجھنا چاہتا جو اس سے تھوڑا سا مختلف ہے؟ آخر میں اندھیرے کے علاوہ، دن کے اجالے میں باہر کیوں نہیں نکل سکتا؟" ادتیہ نے پوچھا

"انسان کی فطرت ہے کہ وہ انجان چیزوں سے ڈرتا ہے۔ اگر وہ تم کو دیکھ لیں تو کسی لیباریٹری میں بند کر دیں گے اور تمھارے بدن پر ہزاروں ٹیسٹ کریں گے۔ یہ سنہ 2030 ہے، لیکن لوگ ابھی تک اپنے پرانے خیالوں کے گھیرے میں قید ہیں۔ ایک دن آئے گا، جب سمندر میں تم جیسے اور بھی لوگ ہوں گے، کیونکہ انسان کا مستقبل اب سمندر ہی پر ٹکا ہوا ہے۔

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب اس زمین پر اور زیادہ آدمیوں کے رہنے کی گنجائش ختم ہو جائے گی۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ انسان خلا میں جا کر کالونیاں بسانے کے بجائے، سمندر کو اپنا گھر سمجھے۔ ادتیہ! تم خود پر فخر کرو گے کہ تم پہلے سمندری لڑکے ہو۔ تمھاری ہستی بڑی خاص ہے۔ تم عام قسم کے لڑکے نہیں ہو۔"

پندرہ سال پہلے، پروفیسر سین نے ادتیہ کو اپنے حیاتیاتی

انجینئرنگ کے ذریعے بنایا تھا اور خود اپنے جسم کے ایک جین سے اس کا بیج تیار کیا تھا۔ انھوں نے ادتیہ کے پھیپھڑوں کو اس ڈھنگ سے بنایا تھا کہ وہ ہوا اور پانی دونوں سے آکسیجن حاصل کر سکے۔ اس کی جلد کے نیچے چربی کی ایک موٹی تہ تھی جو سرد پانی سے اس کی حفاظت کرتی تھی۔ ڈولفن کی طرح اس کی بناوٹ بھی اس طرح کی گئی تھی کہ وہ پانی میں اکیلا نہیں رہے۔ اس کی جلد اس طرح بنی تھی کہ وہ نائٹروجن کو سکھا لے تاکہ پانی کے دباؤ سے اس کا جسم ٹیڑھا میڑھا نہ ہونے پائے۔ اس کی ناک میں ایک ایسا آلہ فِٹ تھا جس سے وہ اپنی ضرورت کے مطابق ہوا اور پانی، دونوں میں آسانی سے سانس لے سکے۔

پروفیسر سین نے ادتیہ کو خود تعلیم دی اور باہر والوں سے اس کو چھپا کر رکھا۔ صرف گھر کے نوکر اور مالی کو ہی ادتیہ کی موجودگی کا علم تھا اور ان دونوں نے اس بات کو راز میں رکھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اہم بات یہ تھی کہ اس سمندری لڑکے سے انسانیت سے آئندہ کی بہت سی امیدیں بندھی ہوئی تھیں۔

ڈولفن

سورج، جس کا بدن سونے کا ہے اور جس کے چمک دار سر پر ایک سنہرا ہیلمٹ رکھا ہوا ہے۔ آسمان پر اپنے بھڑکیلے رتھ پر سوار ہو کر نکلا تو اس کے سنہرے بال ہر طرف پھیل گئے، جس سے آسمان نارنجی ہو گیا۔ سات سروں والی گھوڑی نے جو سورج کا رتھ چلا رہی تھی، جب زور کی سانس لی تو اسی وقت خلیج بنگال میں صبح نمودار ہو گئی۔

سورج کی روپہلی کرنیں جب نیلے پانی کی سطح پر پڑیں تو ادتیہ کو محسوس ہوا کہ جیسے سونے کی بارش ہو رہی ہو۔ اس نے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور سمندر کے نمکین پانی کی ملاحت اپنی جلد پر محسوس کرنے لگا۔ اس کے چاروں طرف جو خوب صورتی

تھی، اس نے اس اداسی کو دور کر دیا جو کہ اس کے پاپا پروفیسر سین کی جدائی سے اس پر طاری ہو گئی تھی۔ یہاں سمندر کی تہہ میں بہت کچھ دیکھنے اور جاننے کے لیے موجود تھا۔ ایسی حیرت پیدا کرنے والی چیزوں کو دیکھنے کے بعد تو آنسوؤں کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

سمندر کے صاف پانی میں چمک دار پروں والی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ ایک کالے اور پیلے رنگ کی مچھلی نے اس کے پیر کے انگوٹھے میں ملائمت سے ایک ٹھونگ ماری تو وہ ہنس پڑا اور مچھلی ڈر کر بھاگ گئی۔ ادتیہ نے اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں اور لال نشان والے پروں اور بازوؤں کو دیکھا جو پانی میں تیرتے ہوئے فرشتوں کے پر معلوم ہو رہے تھے۔ کسی خاص تلاش کے تحت، وہ مچھلی اپنے بازوؤں سے آگے بڑھتے ہوئے سمندری چٹان تک پہنچ گئی۔ ادتیہ نے اس کا پیچھا کیا اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ہر قسم کے مونگے، اودے، نارنجی، گلابی ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ تو پھولوں کی طرح کے تھے اور کچھ نرم قسم کے جن پر انگوٹھے کے نشان کی طرح کچھ بنا ہوا تھا۔ چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑے ایسی شکلوں میں تبدیل ہو گئے تھے گویا کانٹوں بھری شاخ میں پھول لٹک رہے ہوں۔ چٹان پر سیپیوں کے ٹکڑے چپکے ہوئے تھے۔ سیکڑوں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں، اپنے سوراخوں سے جھانکتے ہوئے، اپنے پروں کو اس طرح ہلا رہی تھیں جیسے تتلیاں اڑ رہی ہوں۔ ادتیہ سمندری گھاس کے نرم بستر پر بیٹھا ہوا اس نظارے کا مزہ لے رہا تھا۔ بڑی مچھلیاں گھوم پھر کر اپنے شکار کو تاک رہی تھیں اور جہاں کوئی چھوٹی مچھلی نظر آ جاتی، وہ ان کے منہ کا نوالہ بن جاتی۔ اچانک ادتیہ کے آس پاس کی سمندری گھاس ہلنے لگی پھر ایک چھوٹے ڈنڈے جیسی کوئی چیز سامنے دکھائی پڑی۔ ایک مچھلی چٹان سے باہر نکلی اور سمندری گھاس میں گم ہو گئی۔ ادتیہ نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ جس چیز کو وہ سمندری گھاس سمجھ رہا تھا، وہ ایک مچھلی تھی جو سمندری گھاس کا بھیس بدلے ہوئے تھی اور شکار کی تلاش میں تھی۔ ادتیہ ذرا تیزی سے اٹھا اور چٹان پر پیروں کو ٹکا کر اوپر کی طرف نکل آیا اور اس قسم کے نئے کرشموں کی تلاش کرنے لگا۔ ابھی وہ دو فٹ ہی اوپر گیا ہو گا کہ کوئی لچکیلی چیز اس کی کمر سے لپٹ گئی۔ بڑی بڑی سبز اور ٹھنڈی آنکھیں ادتیہ کی آنکھوں سے ٹکرائیں اور پلپلے بدن والے ایک بڑے آکٹوپس (آٹھ ہاتھوں والا ایک سمندری کیکڑا نما جانور) نے اپنے آٹھ ہاتھوں سے اس کو جکڑ لیا۔ ایسا جان پڑتا تھا جیسے وہ ادتیہ کے بدن کو نچوڑ دینے پر آمادہ ہو۔ ادتیہ ڈر گیا۔ ایک ہی وقت میں ایسی خوب صورتی اور ایسا درندہ پن! آکٹوپس کی بڑے طوطے جیسی چونچ کسی دروازے کے پٹوں کی طرح بار بار کھل اور بند ہو رہی تھی۔ ادتیہ صرف اپنے دو ہاتھوں سے کسی طرح اس آٹھ ہاتھوں والے جانور سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ اس کے دماغ میں ''بچاؤ، بچاؤ!'' کی آواز گونجنے لگی۔ اس کے فوراً بعد ہی اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے کی دھند میں بھورے روپہلے رنگ والی ایک شکل دیکھی۔ وہ شکل ان دونوں کی طرف تیزی سے بڑھی اور ادتیہ نے فوراً ہی محسوس کیا کہ اب وہ آکٹوپس کی جکڑ سے آزاد ہو گیا ہے۔ آکٹوپس ایک بڑے چھاتے کی طرح کھلتا اور بند ہوتا ہوا آگے کی طرف بڑھ گیا۔ ادتیہ نے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے اس کو بوتل جیسی ناک والی

ڈولفن کی موجودگی کا احساس ہوا۔'' تم مجھے بچانے کے لیے آئی تھیں؟''

''ہاں! تمھاری بچاؤ بچاؤ! کی آواز نے مجھے بتایا کہ کوئی تکلیف میں ہے۔تم واحد انسان ہو، جو میری بات سمجھ سکتے ہو۔تمھاری نسل کے دیگر لوگوں سے ہم دماغ سے دماغ تک اپنی بات نہیں پہنچا سکتے۔''

میں اپنی زندگی کے لیے تمھارا احسان مند ہوں۔ میں یہاں کے ماحول کی خوب صورتی کا مزہ لے رہا تھا تبھی اس آکٹوپس نے مجھے اچانک جکڑ لیا۔''تم کہاں سے آئے ہو،'' ڈولفن نے پوچھا''میں کلکتہ سے اپنے پتا کے گھر سے آیا ہوں۔اس نے مجھے تجربے کے طور پر اس طرح بنایا ہے کہ میں سمندر کے اندر انسان کے رہنے کے امکانات کا پتا لگا سکوں۔ میں پندرہ برسوں تک اپنے پتا کے ساتھ رہا۔ اب انھوں نے محسوس کیا کہ مجھے وہیں جانا چاہیے جہاں کے لیے میں بنا ہوں۔انھوں نے کہا تھا کہ سمندر میں مجھے بہت اچھے دوست ملیں گے اور وہ آج صبح مجھے لاکر یہاں چھوڑ گئے۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جلد ہی ہمارے انسان بھائی یہاں سمندر میں رہنے لگیں گے'' ڈولفن نے پوچھا۔

''اِس میں ابھی کچھ وقت لگے گا لیکن مجھے بتاؤ کہ وہ دوسرے لوگ کون ہیں، جن کی بات کچھ سے پہلے تم نے کہی تھی۔''

یہ عقل مند لوگ ہیں جن کو آسٹریلیا میں 'شامن' کہا جاتا ہے۔یہ لوگ ہماری جسمانی اور روحانی صحت کے ذمے دار ہیں۔''

''تمھارا مطلب ہے پرانی نسل کے آسٹریلیائی باشندے!''

''ہاں! بادل دوست، ان کو اسی طرح پکارتے ہیں۔''

''بادل دوست'' ادتیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں میں تمھیں بتانا بھول گئی تھی۔ بادل دوست اس سمندر کی تہہ کے باسی ہیں۔لیکن تمھارا نام کیا ہے؟''

''ادِت۔اور تمھارا؟ 'کی' ڈولفن نے جواب دیا۔ پھر ڈولفن نے ایک لمبی سیٹی جیسی آواز میں گانا شروع کردیا اور ذرا سی دیر میں وہاں سمندری مچھلیوں اور دوسرے چھوٹے سمندری جانوروں کا مجمع لگ گیا۔ناچتی ہوئی مچھلیوں نے ایک ایک کرکے ادتیہ کو مسرت کے ساتھ چھوا، جیسے وہاں کوئی مذہبی جلسہ ہو رہا ہو۔ادتیہ نے محسوس کیا کہ جیسے اب وہ سمندر میں نہیں بلکہ روشنی کی ایک نئی دنیا میں ہے۔اس نے خوشی میں اپنی آنکھیں بند کرلیں اور وہ ان کے پیار کے جذبے میں ڈوب گیا۔

''کیا تم میرے ساتھ آسٹریلیا چلنا پسند کروگے؟'' کی نے اُدتیہ سے پوچھا۔''وہاں کا سمندر یہاں سے زیادہ خوب صورت ہے۔''

''اوہ وا! کیا مزہ آئے گا! میں تمھارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔'' ادتیہ نے جواب دیا۔

جاری......

■

ماخذ: اُدتیہ-سمندری لڑکا، مصنف: انیتا سرن
مصور: سُمیر رائے، مترجم: نامی انصاری
ناشران: (1) چلڈرن بک ٹرسٹ، (2) قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، (3) بچوں کا ادبی ٹرسٹ

دانائی کی باتیں

★ علم سے محبت کرنا دانش سے محبت کرنا ہے۔ خاموشی میں انسان کی سلامتی ہے۔ (افلاطون)

★ دوست کے ساتھ ایسا سلوک کر کہ حاکم تک نوبت نہ پہنچے اور دشمن سے اس طرح برتاؤ کر کہ اگر حاکم تک نوبت پہنچے تو کامیابی تجھے ہو۔ (افلاطون)

★ سب سے بڑی فتح اپنے آپ کو فتح کرنا ہے۔ (افلاطون)

★ بہترین حکومت وہ ہے جو قوم کے ہر فرد کو اس کے لائق بہترین جگہ دے۔ (افلاطون)

★ طالب علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔ (افلاطون)

★ زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو، شائستہ نہیں کہی جاسکتی۔ (افلاطون)

★ آدمی اچھائی میں بھی برائی تلاش کرتا ہے جیسے مکھی سارے جسم کو چھوڑ کر زخم پر ہی آکر بیٹھتی ہے۔

(افلاطون)

★ غصہ ایک ایسی آندھی ہے جو عقل کا چراغ بجھا دیتی ہے۔

(افلاطون)

★ سخت کلام آگ کا وہ شعلہ ہے جو ہمیشہ کے لیے داغ چھوڑ جاتا ہے۔ (افلاطون)

★ وقت ایک ایسی زمین ہے جس میں بغیر محنت کے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر محنت کی جائے تو زمین پھل دیتی ہے۔ اگر بیکار چھوڑ دی جائے تو اس میں کانٹے دار جھاڑیاں اگ آتی ہیں۔ (افلاطون)

★ ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل رکھتا ہے لیکن ہر شخص عقل سے کام لینا نہیں جانتا۔ (افلاطون)

★ جھوٹ بولنے کا نقصان یہ ہے کہ اگر اس کے بعد تو سچ بھی بولے گا تو کوئی شخص تیری بات پر یقین نہ کرے گا۔

(ارسطو)

★ جب انسانی اخلاق میں سے کوئی خلق حد اعتدال سے متجاوز ہو جائے تو اس کو اعتدال پر لانے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کی ضد کی جانب میلان اختیار کیا جائے۔

★ غربت انقلاب اور جرم کی ماں ہے۔ (ارسطو)

★ انصاف کرنے والے خود کو قانون سے زیادہ عقلمند نہ سمجھیں۔ (ارسطو)

★ صرف تعلیم سے شرافت انسانی کا حاصل کرنا ایسا ہی مہمل خیال ہے جیسا علم کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا۔

(ارسطو)

★ زیادہ باتونی شخص علم کی طرف کم توجہ کرتا ہے۔ (ارسطو)

★ عورت ایک گھر کی زینت ہی نہیں بلکہ اس کی روح بھی ہے۔ (ارسطو)

★ ہر نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوستی جتنی پرانی ہو اتنی ہی عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ (ارسطو)

★ کوئی اگر تیرے حق میں بدی کرے اور تو کسی کے حق میں نیکی کرے تو دونوں باتوں کو فراموش کردے۔ (ارسطو)

★ کوئی بھی شخصیت اس وقت تک عظیم نہیں بنتی جب تک کہ اس میں پاگل پن کا خمیر نہ ہو۔ (ارسطو)

مشتاق اعظمی

تاریخ پارے

خاموشی کی بھیک:

مشہور یونانی فلسفی اور درویش سینٹ جانس کلبی ایک بار ایک بت کے پاس کھڑا بت سے بھیک مانگ رہا تھا۔ ایک شخص نے اسے دیکھ کر ٹوکا۔ بت سے بھیک طلب کرنا تو بے وقوفی ہے۔ یہاں تم کو خاموشی کے سوا کیا ملے گا؟

سینٹ جانس نے جواب دیا ”اس وقت مجھے جواب میں خاموشی ہی چاہیے تاکہ میں خود کو اس کا عادی بنالوں اور کل اگر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پیش آئے تو ان کی خاموشی مجھے رنجیدہ نہ کرسکے۔“

بن بلائے مہمان کا شکریہ:

راجہ بیربل نے ایک تقریب کے موقعے پر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی دعوت کی۔ اس دعوت میں کچھ لوگ بغیر بلائے بھی چلے آئے جن کو بیربل نے پہچان لیا۔ جب مہمان کھانے سے فارغ ہوچکے تو بیربل نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ”آپ حضرات جو میری درخواست پر یہاں تشریف لائے بلاشبہ میرے شکریہ کے حق دار ہیں اور وہ حضرات تو میرے خصوصی شکریے کے حق دار ہیں جنھوں نے مجھے درخواست کرنے کی زحمت بھی نہیں دی اور بن بلائے ہی چلے آئے۔“

لمبا انتظار:

یونانی فلسفی سقراط نے ایک بار ایک شخص کو راہ میں دیر سے کھڑا دیکھ کر پوچھا ”تمھیں کس کا انتظار ہے؟“

اس نے کہا ”ایک انسان کا“

سقراط نے کہا ”پھر تو تمھارا انتظار کافی لمبا ہوسکتا ہے تمھیں قیامت تک اسی طرح کھڑا رہنا پڑے۔“

بازو نہیں بھیجے:

ایک جنگ میں اسلامی لشکر کے ایک سپاہی نے تلوار کے فن کا زبردست کمال دکھایا۔ اس نے اپنی تلوار سے دشمنوں پر لرزہ طاری کردیا اور صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔ خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ نے جنگی مورچہ سے آئی خبروں میں جب اس مجاہد کے کارنامے کی تعریف سنی تو انھیں وہ تلوار دیکھنے کا شوق ہوا۔ تلوار منگوا کر جب آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپ کو بڑی حیرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ”یہ تو بہت معمولی تلوار ہے۔“

مجاہد کو خلیفہ کے حیران ہونے کی خبر ملی تو اس نے اطلاع بھیجی ”امیرالمومنین! میں نے صرف تلوار بھیجی تھی، وہ بازو نہیں بھیجے جن سے یہ تلوار چلائی جاتی ہے۔“

کامیابی کا راز:

ونسٹن چرچل طالب علمی کے زمانے میں لاطینی زبان اور حساب میں کم زور تھے۔ ان مضامین میں کمزور ہونے کی وجہ سے وہ تیسری جماعت میں تین دفعہ فیل ہوئے تھے۔ ادب میں نوبل پرائز پانے کے بعد جب ان کی شہرت آسمان کی بلندیوں

کو چھونے لگی تو کسی نے ان کی کامیابی کا راز پوچھا۔

چرچل نے مسکراتے ہوئے کہا ''میری کامیابی کا راز یہ ہے کہ میرے علم کی بنیاد بہت پکی ہے۔ ابتدائی کلاس میں جہاں میرے دوسرے ساتھی صرف ایک سال رہے تھے، میں پورے تین سال رہا تھا۔''

احتیاط:

امام بخاریؒ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ انھوں نے حدیثیں جمع کرنے میں بڑی احتیاط اور جاں فشانی کا ثبوت دیا ہے۔ ایک بار ایک حدیث کی جانچ کے لیے وہ ایک راوی کے پاس گئے جس نے وہ حدیث بیان کی تھی۔ راوی کے گھر کے قریب پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ راوی کا گھوڑا کھونٹے سے نکل بھاگا ہے اور وہ خالی برتن ہاتھ میں لیے اسے چمکار کر بلا رہا ہے۔ گھوڑا دھوکے میں چلا آیا۔ راوی نے اسے پکڑ لیا۔ امام بخاریؒ نے یہ حال دیکھا تو حدیث پوچھے بغیر لوٹ گئے۔ انھوں نے سوچا کہ ایسے شخص کا کیا اعتبار جو جانور کو دھوکا دینا درست سمجھتا ہو۔

کھردرے ہاتھ:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت محمد صلعم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپؐ سے مصافحہ کیا اور عقیدت سے آپ کے ہاتھوں کو چوما۔ حضرت صلعم نے پوچھا ''تمھارے ہاتھ اتنے کھردرے کیوں ہیں؟''

اس نے کہا ''حضورؐ میں اپنے بچوں کی پرورش کے لیے لکڑیاں کاٹتا ہوں۔''

یہ سن کر اللہ کے نبی نے اس شخص کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

تردید:

برنارڈ شا نے ایک بار ایک اخبار میں بیان دیا ''ہماری حکومت کے آدھے عہدہ دار چور ہیں۔'' اس بیان پر بڑا واویلا مچا اور شا سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا بیان واپس لیں۔ آخر اس شور کو دبانے کے لیے شا نے اس کی تردید یوں کی۔ ''ہماری حکومت کے آدھے عہدہ دار چور نہیں ہیں۔''

پوچھنے کی بات:

امریکہ کے ایک سابق صدر ولیم ہاورڈ بہت زیادہ موٹے تھے۔ ایک بار وہ پہاڑی سفر پر گئے اور اپنے ایک دوست کو سفر کی روداد بھیجی ''آج میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر 25 میل اونچی چوٹی پر گیا۔ لطف یہ ہے کہ تکان بالکل نہیں ہوئی۔''

دوست نے تار کے ذریعہ دریافت کیا گھوڑے کا کیا حال ہے؟

پگڑی بدل بھائی:

محمد شاہ کی درخواست پر جب نادر شاہ نے اپنے سپاہیوں کو دہلی میں قتل عام روک دینے کا حکم دیا تو محمد شاہ نے شکر گزاری کے طور پر نادر شاہ کو سیکڑوں بیش قیمت تحفے دیے۔ ان میں شاہ جہاں کا تخت طاؤس بھی شامل تھا لیکن کوہ نور ہیرا بادشاہ نے اپنے پاس ہی چھپائے رکھا۔ یہ بات نادر شاہ کو معلوم ہوگئی۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہیرا کہاں چھپایا گیا ہے۔

نادر شاہ نے بادشاہ سے ملاقات کی اور کہا ''آج سے دہلی میں امن وامان ہوگیا۔ کیوں نہ اس خوشی میں، ہم پگڑی بدل بھائی بن جائیں؟''

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا تاج محمد شاہ کے سر پر رکھ دیا اور محمد شاہ کا تاج اتار کر خود پہن لیا۔

اس تاج کے اندر ہی کوہ نور ہیرا چھپا ہوا تھا۔ ■

Dr. Mushtaque Azmi
25 Azmi Mansion
Kishori Gali, G.C. Mitra Road
Asansol- 713301 (WB)

قاضی عفیفہ ناز توصیف احمد

سنہری باتیں

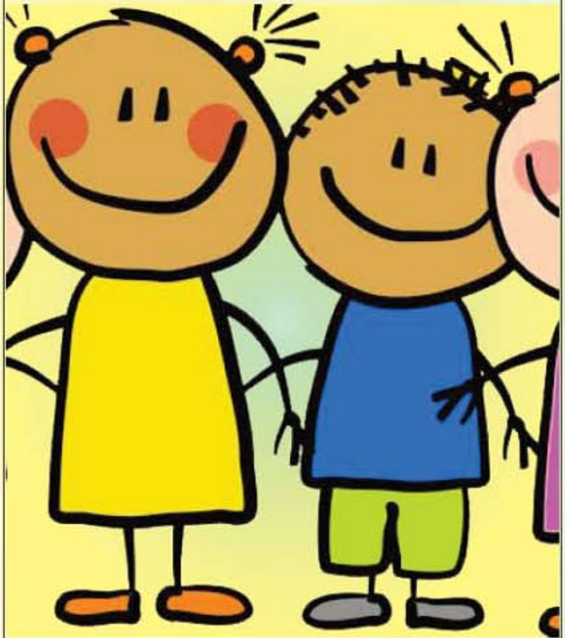

(1) علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت ہی کی ایک شکل ہے۔
(2) گلے اور شکوے سے زبان بند رکھو، راحت نصیب ہوگی۔
(3) فتح امید سے نہیں علم اور خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔
(4) دوستی کے پودے کو خلوص کے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔
(5) دنیا کی دولت اور طاقت انعام نہیں بلکہ آزمائش ہے۔

■

Qazi Afeefa Naaz Tauseef Ahmad
Qazi Mohalla, Sheerpur - 425405
Distt: Dhulia (Maharashtra)

عبیداللہ

دل کی کمزوری

- دل کو سب سے زیادہ کمزور کرنے والی دائمی بلا فکر ہے۔
- مایوسی اور ناامیدی سے دل پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔
- اپنے آپ کو کمتر سمجھ کر دوسروں سے حسد کرنے سے بھی دل کمزور ہو جاتا ہے۔
- دوسروں کی برائیاں کرتے رہنے سے بھی دل کمزور ہو جاتا ہے۔
- دوسروں سے دھوکہ کرنے والے شخص کا دل ہمیشہ کانپتا رہتا ہے۔
- بعض لوگ زندگی کے روشن پہلو کی طرف کبھی نگاہ نہیں ڈالتے، ہمیشہ تاریک پہلو ہی دیکھتے ہیں، اس لیے دل کمزور ہو جاتا ہے۔

■

Obaidullah (Head Modarris)
Barkhedi, Talluqa: Yachura
Distt: Jalgaon - 424202 (Maharashtra)

ریاض اللہ

چمن چمن کے پھول

اپنی ہی کرنی کا پھل ہے نیکیاں، رسوائیاں
آپ کے پیچھے چلیں گی آپ کی پرچھائیاں
(موہن کمار)

کسی کے ساتھ بھی دنیا وفا نہیں کرتی
رہے خیال کہ یہ بے وفا کسی کی نہیں
(ظفر کلیم)

برسات کا موسم ہے، بارش کی روانی ہے
حالات تو بدلے ہیں اب پانی ہی پانی ہے
(شاعر: نامعلوم)

کوئی کڑوی بات کہے تو
معاف اس کو کردینا سیکھو
(تنویر اختر رومانی)

بات بگڑی ہے سدا تکرار سے
ختم نفرت کرو تم پیار سے
(کرشن پرویز)

یہ تعلیم انسان کو انسان بنائے
زمانے میں عظمت بہا بس دلائے
(حسن نظامی)

چپ ہی رہنے میں عافیت ہوگی
کھولنا لب کا امتحان ہے
(حبیب سیفی)

■

ریاض اللہ، منہاج نگر، جے پی نگر، پوسٹ: بنگلورو، کرناٹک

قاضی محمد سعد نوید اقبال

صلہ رحمی (نیک سلوک کرنا) کے فوائد

(1) محبت بڑھتی ہے۔
(2) مال بڑھتا ہے۔
(3) عمر بڑھتی ہے۔
(4) رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔
(5) گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔
(6) نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔
(7) صلہ رحمی کرنے والا اللہ سے اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔
(8) جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

■

Qazi Mohd Saad Naved Iqbal
Qazi Mohalla, Sheerpur
Shippur - 425405 (Maharashtra)

آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہوگئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کر لیں تو سمجھ لیں کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

ندا پروین محمد انیس

عقلمند ڈاکٹر

ایک ڈاکٹر تھا۔ اپنے کام میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت عقلمند اور ہوشیار بھی تھا۔ اس نے کسی شہر میں ایک دواخانہ کھولا اور اعلان کروایا کہ یہاں علاج نہ ہونے پر مریض کو دس ہزار روپے دیے جائیں گے لیکن علاج کرانے سے پہلے ہزار روپے جمع کرنے ہوں گے۔ ایک لالچی آدمی کو جیسے ہی یہ خبر ملی اس نے سوچا کیوں نہ بغیر محنت کے ڈاکٹر سے دس ہزار روپے لیے جائیں۔ وہ ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا کہ ''ڈاکٹر صاحب میرے منہ کا ذائقہ بگڑ گیا ہے۔ میں کچھ بھی کھاتا ہوں تو مجھے احساس نہیں ہوتا کہ میں کیا کھا رہا ہوں۔ ڈاکٹر نے اس آدمی کی بات سنتے ہوئے نرس سے کہا گیارہ نمبر کی شیشی لے آؤ۔ نرس نے شیشی دی۔ اس آدمی نے جیسے ہی اسے پیا زور سے چیخا ''یہ تو پٹرول ہے'' ڈاکٹر نے کہا مبارک ہو آپ کے منہ کا ذائقہ ٹھیک ہو گیا۔ اس آدمی کو بہت غصہ آیا۔ دس ہزار تو ملے نہیں خود کے ہزار روپے ہی چلے گئے۔ ڈاکٹر سے دس ہزار روپے حاصل کرنے کا بھوت اب بھی اس کے سر پر سوار تھا۔

وہ دوبارہ ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا کہ ''ڈاکٹر صاحب میری یادداشت چلی گئی۔ ڈاکٹر نے کہا ''ٹھیک ہے میں آپ کو ابھی ٹھیک کر دیتا ہوں۔ نرس گیارہ نمبر کی شیشی لے آیئے۔ لالچی آدمی کے منہ سے بے ساختہ نکل پڑا ''اس کے اندر تو پٹرول تھا'' ڈاکٹر نے کہا آپ کی یادداشت واپس آ گئی ہے۔ اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ اب اس کا غصہ اور بڑھ گیا۔ وہ اپنی ضد پر اڑا رہا کہ ڈاکٹر سے دس ہزار روپے لے کر رہوں گا۔ وہ پھر سے ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہا ڈاکٹر صاحب مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ڈاکٹر نے اس آدمی کو کچھ پیسے دیتے ہوئے کہا یہ لیجیے دس ہزار روپے میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ وہ آدمی بہت خوش ہوا۔ اس نے جلدی سے ڈاکٹر کے ہاتھ سے پیسے لیے اور پیسوں کو دیکھتے ہوئے کہا ''یہ تو صرف پانچ ہزار روپے ہیں۔'' ڈاکٹر نے کہا بہت بہت مبارک ہو آپ کو دکھائی دینے لگا ہے۔ میرے پیسے واپس کر کے آپ جا سکتے ہیں۔ لالچی آدمی غصے سے آگ بگولہ ہوا اور وہاں دوبارہ نہ آنے کی قسم کھا کر چلا گیا۔

■

Needa Parveen Mohd Anis
Lodhaya Jin, Near SBI Bank
Pachora (Dist. Jalgaon) - 424201 (MS)

1

نقیدہ ذاکر حسین مکاندار

علم کی طاقت

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ وہ ایک جہازراں کا بیٹا تھا۔ ایسے لوگوں کوستاروں کی چال بخوبی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسی علم پر جہازرانی موقوف ہے۔

ایک دن کولمبس کو خیال آیا کہ سمندر کا دوسرا کنارہ بھی دیکھنا چاہیے۔ کیا عجب کہ اُدھر بھی کوئی ملک آباد ہو۔ چنانچہ شاہی دربار کی امداد سے وہ جہاز لے کر بحری سفر پر روانہ ہوا اورستاروں کی رہنمائی سے امریکہ تک جا پہنچا۔

آج تو امریکہ علم اور دولت کی کان بنا ہوا ہے، مگر اس وقت وہاں جتنے بھی لوگ رہتے تھے، بالکل وحشی اور طرح طرح کے وہموں میں پھنسے ہوئے تھے۔ کولمبس نے ان پر حکومت جمانی چاہی تو انھوں نے مقابلہ کیا۔ کولمبس کے ساتھی تعداد میں کم تھے اور لڑائی میں پورے نہ اتر سکتے تھے۔

آخر سوچتے سوچتے اسے یاد آگیا کہ کل سورج گرہن ہوگا۔ اس خیال سے اس نے وحشیوں کے سردار کو بلا کر کہا۔ دیکھو! اگر تم ہماری فرماں برداری نہ کروگے تو میں سورج کو حکم دوں گا اور وہ تمھیں جلا کر خاک سیاہ کردے گا۔

اس وقت تو وحشی چپکے سے سنتے رہے مگر دوسرے دن جب سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا تو سخت گھبرائے۔ غرض کولمبس کو جادوگر اور کراماتی بزرگ سمجھ کر اس کے پاس حاضر ہوگئے اور اطاعت قبول کر لی:

"علم میں کتنی طاقت ہے کہ جو کام بہت بڑی فوج نہ کرسکی تھی وہ علم کے ایک نکتے نے ذرا سی دیر میں کر دکھایا۔"

■

Naqeeda Zakir Husain Makandar
Class: 6th, Govt, UHP School No2
Bailhongal (Karnataka)

زینت پروین شیخ فہیم الدین، درجہ ششم
ضلع پریشد اردو اسکول سبھاش نگر، شیر پور، دھولیہ، مہاراشٹر

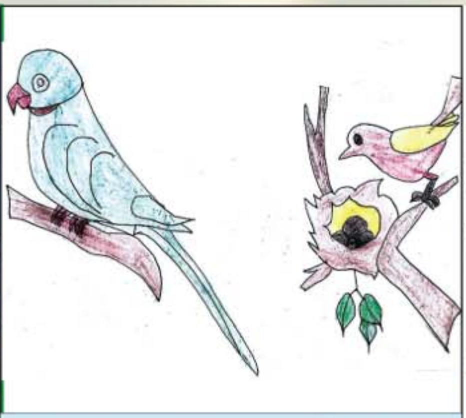

عظمہ بانو ممتاز حسین، لوہار منڈی روڈ، برہانپور، ایم پی

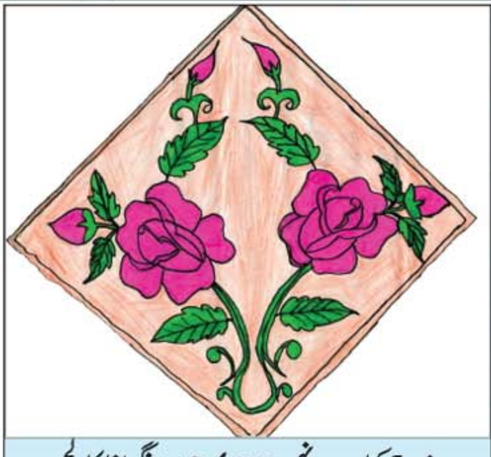

نیرج کمار، درجہ نہم، چودھری چرن سنگھ انٹر کالج
بائتال، سدھارتھ نگر، یوپی

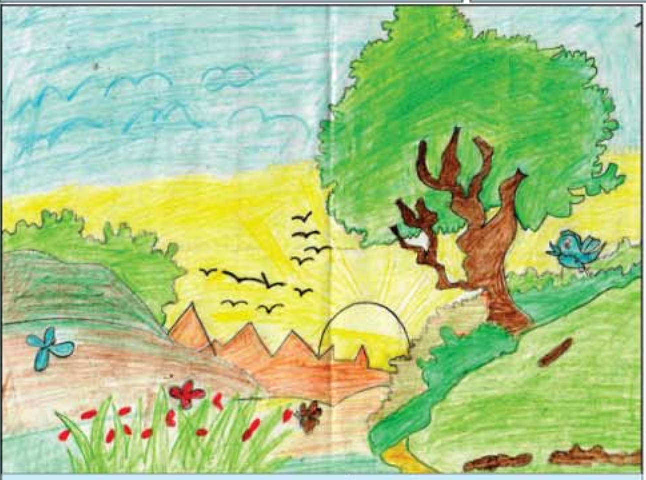

محمد توصیف محمد رازق، درجہ ششم، مہانگر پالیکا اردو مدرسہ نمبر 2، آکولہ، مہاراشٹر

افرا شیخ عابد، درجہ ہشتم
ژیڈ پی اردو اسکول، سبھاش نگر، شیر پور، دھولیہ، مہاراشٹر

کنچن کوشل، درجہ نہم، چودھری چرن سنگھ انٹر کالج، بائتال، سدھارتھ نگر، یوپی

ننھے فنکار

سید محتسب خضر قادری، درجہ پنجم
برہانی نیشنل اردو پرائمری اسکول، اورنگ آباد مہاراشٹر

روزین الطاف مینار، درجہ ہشتم، ضلع پریشد اردو اسکول، سبھاش نگر، تعلقہ شیر پور، مہاراشٹر

سید معزالدین، درجہ اوّل، سیکشن A، بریلینٹ اورینٹل اسکول، فتح پور (یوپی)

مہک بی شیخ مختار
الحسنات اردو ہائی اسکول، رسلپور، مہاراشٹر

ثنا شبنم، درجہ ششم، دارالعلوم ہائی اسکول، تھوتھا، کیرالہ

عائذ یٰسین، کلاس نرسری، دی اسکالر اسکول، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-25

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

عام لسانیات

مصنف: پروفیسر گیان چند جین

تیسری طباعت: 2019

صفحات: 910

قیمت: 395 روپے

اردو ڈراموں کا انتخاب

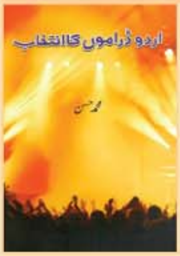

مرتب: محمد حسن

تیسری طباعت: 2019

صفحات: 600

قیمت: 265 روپے

قومی تہذیب کا مسئلہ

مصنف: سید عابد حسین

تیسری طباعت: 2019

صفحات: 220

قیمت: 120 روپے

اردو املا

مصنف: رشید حسن خاں

پانچویں طباعت: 2019

صفحات: 706

قیمت: 240 روپے

کلیاتِ سراج

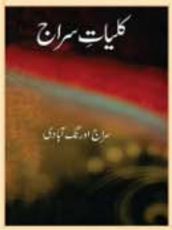

مصنف: سراج اورنگ آبادی

مرتب: عبدالقادر سروری

تیسری طباعت: 2019

صفحات: 732

قیمت: 320 روپے

تفہیمات وترجیحات

مصنف: شیخ عقیل احمد

صفحات: 237

قیمت: 130 روپے

مجمع البحرین

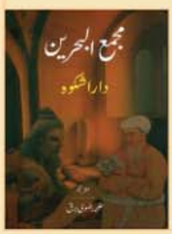

مصنف: داراشکوہ

مترجم: طلحہ رضوی برق

صفحات: 36

قیمت: 45 روپے

علامہ فضل حق خیرآبادی: چند عنوانات

مصنف: خوشتر نورانی

صفحات: 248

قیمت: 110 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, January 2020 Vol. 08, Issue: 01
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/12/19
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

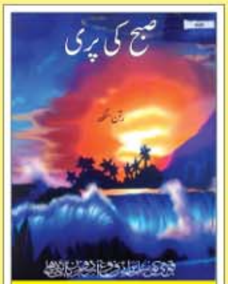

صفحات:33 ، قیمت:16 روپے

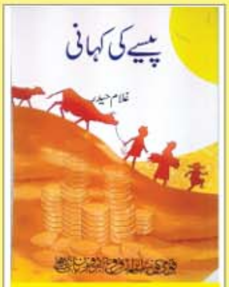

صفحات:80 ، قیمت:22 روپے

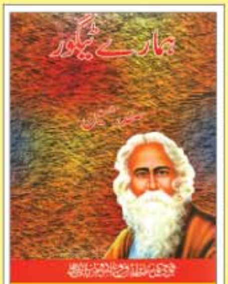

صفحات:112 ، قیمت:8 روپے

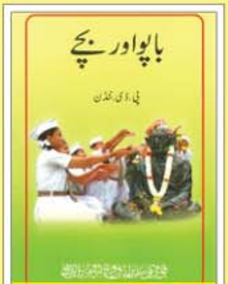

صفحات:43 ، قیمت:10 روپے

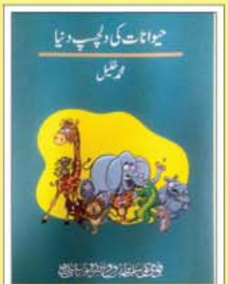

صفحات:83 ، قیمت:24 روپے

صفحات:81 ، قیمت:20 روپے

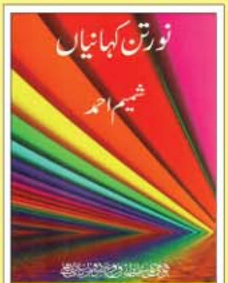

صفحات:192 ، قیمت:25 روپے

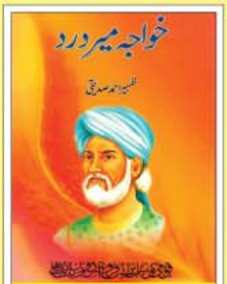

صفحات:64 ، قیمت:11 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.